(حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تفسیر)

بیان القرآن کا مطالعہ

مولانا حکیم فخر الاسلام

بات ۱۹۸۴ء کی ہے، جب اُستاذِ محترم حضرت مولانا سعادت علی قاسمی مدظلہ نے تفسیر کے پرچۂ امتحان میں ایک سوال یہ کیا تھا کہ اپنی پسندیدہ پانچ تفسیروں کے نام لکھیے اور وجہِ ترجیح بھی ذکر کیجیے؟ اَب اِس وقت اگر اِس سوال کو حل کرنے کی فکر کی جائے تو بڑی کاوش درکار ہے اور بڑے دلائل کی ضرورت ہے؛ لیکن اُس وقت کی بات بھی دوسری تھی اور سوال کا جواب بھی تخمیناً صرف ایک گھنٹے کے محدود وقت میں تحریر کرنا تھا؛ کیوں کہ دوسرے دو گھنٹے دیگر سوالات کے حل کرنے میں خرچ ہونے تھے۔ بہر کیف اُس زمانے میں جن تفسیروں کی طرف مراجعت کی نوبت زیادہ رہتی تھی یا تنقید و مقارنہ کی نظر سے اُنھیں دیکھنے کی ضرورت پیش آتی تھی، اُس وقت تو اُن ہی کے نام لکھ دیے اور وہ نام علی الترتیب الاول فالاول یہ تھے:

۱۔ بیان القرآن

۲۔ معارف القرآن

۳۔ تفسیر ماجدی

۴۔ تفہیم القرآن

۵۔ دُرِ منثور۔

پھر قدرت کا کرنا ایسا ہوا کہ جب بعد کے سنین میں تفسیر سے شغف بڑھا، تو مذکورہ بالا ابتدائی چار تفسیریں دوبارہ مطالعے کے لیے منتخب کرنے کی نوبت آئی؛ لیکن فکری مضامین اور معاصر اَفکار؛ نیز اَہلِ حق اور اہلِ زیغ کی کتابوں کا مطالعہ بھی چوں کہ ساتھ ساتھ جاری رہا؛ اس لیے مذکورۃ الصدر تفسیروں میں سے ''تفہیم القرآن'' کا زیغ و اِنحراف تو مجھ پر کُھلتا چلا گیا [جس میں بڑی مدد اَپنے ماموں مخدومی مفتی عبدالقدوس رومی رحمہ اللہ، مفتی شہر آگرہ کے تصنیف کردہ رَسائل مثلاً: ''تفہیم القرآن سمجھنے کی کوشش''، ''تین چہرے'' اور ''تین خطرے'' وغیرہ سے ملی] اور اسی نسبت سے ''بیان القرآن'' کی اہمیت بھی نظر میں روز اَفزوں ہوتی چلی گئی، جب کہ دیگر دو تفسیروں میں ترجیحی پہلو ذوق و ضرورت پر موقوف محسوس ہوا۔ یعنی جس شخص کے پیش نظر اَپنی اور دوسرے مسلمانوں کی اصلاح ہو اُسے ''معارِف القرآن'' دیکھنے کی زیادہ ضرورت پڑے گی۔ اور جس کسی کو فکری مضامین، تقابلی مطالعے اور تازہ بہ تازہ عصری معلومات کے تناظر میں تفسیر پڑھنے کا شوق ہو وہ ''تفسیر ماجدی'' کی طرف مراجعت زیادہ پسند کرے گا۔

اِسی دوران میں نے اپنے ذہن و فکر کی دنیا میں ایک اِنقلاب محسوس کیا۔ ہوا یہ کہ ۲۰۰۳ء میں مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ کی کتاب ''تبصرے'' میری نظر سے گزری۔ اِس کتاب میں تبصرہ نگار نے ''تفسیر ماجدی'' جلد اول کے بعض بعض مقامات پر پے در پے چند تنقیدات کی تھیں۔ مجھے پڑھ کر اَیسا محسوس ہوا کہ مفتی صاحب موصوف کی گرفتیں بڑی مضبوط ہیں، جس کے بعد میں نے طے کیا کہ ''تفسیر ماجدی'' کی تمام جلدوں [جن کی تعداد اَب نئی طباعت کے مطابق سات ہے] کا مطالعہ اہلِ حق کے اُصولوں کی روشنی میں کم از کم ایک مرتبہ ضرور کر لینا چاہیے۔ خدا کا شکر ہے کہ اپنے عزم کو توفیقِ عمل میسر آئی اور میں نے اپنا ''نتیجۂ مطالعہ'' مضامین کی شکل میں مرتب کر دیا جو ماہنامہ ''شاہراہِ علم'' میں ۲۰۱۲ – ۲۰۱۵ کے درمیانی عرصے میں قسط وار شائع ہوتا رہا۔ یہاں پر کہنا یہ ہے کہ ''تفسیر ماجدی'' کا مطالعہ پہلے بھی کیا کرتے تھے؛ لیکن کوئی خاص قابلِ ذکر کی نظر نہیں آتی تھی۔

سوائے اِس کے کہ کبھی کہیں پر کوئی بات محسوس ہوجاتی تھی، تو اُس کا درجہ یہ سمجھ لیا جاتا تھا کہ جیسے اہلِ علم، اہلِ فن کے اِختلافات ہوتے ہیں کہ راجح ومرجوح کا فرق ہوجاتا ہے یا علمی و اِستدلالی چُوک واقع ہوجایا کرتی ہے، ''تفسیر ماجدی'' میں بھی بعض جگہوں پر بس ایسا ہی ہوگیا ہوگا۔ اور پھر خود کو یہ اطمینان دِلالیا کرتا تھا کہ آخر مفسر دریابادی جو بھی بات کہتے ہیں، اُس کے ساتھ دلائل بھی تو ذکر کرتے ہیں؛ لیکن حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی اِس بات کی طرف کہ ''اکثر اختلاف دلائل ہی سے پیدا ہوتے ہیں اور وجہ اِس کی یہ ہے کہ دلائل سے [صحیح] مطلب تک پہنچنا ہر کسی کو نہیں آتا۔''(۱) اِس امر کی طرف واقعی اِلتفات شروع میں نہ ہوسکا اور اِس کی شرح وتفصیل بہت بعد میں سامنے آئی، پھر اس کے اِنطباق میں تو اَور بھی دیر لگی۔

اِس سبب سے ''تفسیر ماجدی'' کے متعلق یہ اَندازہ بالکل نہیں ہو پایا تھا کہ علامہ عبدالماجد دریابادی اَپنی تفسیر میں سرسید وشبلی کے بعض اَفکار اور اَہلِ مغرب کے بعض فاسد اُصولوں کی بے ضرورت و بے دلیل تطبیق وترجیح کے درپے ہوئے ہوں گے اور یہ کہ اُنھوں نے ''تفسیر'' کے بعض صحیح اور مسلّم اُصولوں سے جگہ جگہ اِنحراف کیا ہوگا۔ یہی وقت تھا کہ جب [''تفسیر ماجدی'' کا مطالعہ ہنوز جاری تھا کہ] میں نے ''بیان القرآن'' کو بھی اِس نظر سے دیکھنا شروع کیا کہ فی الواقع اِس میں کیا خوبیاں ہیں؟ یہاں اُنہی خوبیوں کا تذکرہ حسبِ اِستطاعت پیش کرنے کا اِرادہ ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ معاصر مفکروں میں شاید محقق عبدالماجد دریابادی ہی ایسے مفسر ہیں جنہوں نے ''بیان القرآن'' سے اِستفادہ — اپنے ہم عصروں کے مقابلے میں — زیادہ کیا ہے — اور اس کے باوجود کہ اُنہوں نے بار بار اہلِ حق کی صحیح تفسیر میں تشکیک کو راہ دے کر حضرت تھانویؒ کی درست تحقیقات سے بے دلیل معارضہ کیا ہے — ''بیان القرآن'' کے محاسن سے متعلق اُنہوں نے جو اعترافات کیے ہیں، وہ نہایت وقیع ہیں۔ ہم یہاں اُنہی اعترافات کے ذکر سے اپنی گفتگو کا آغاز کرتے ہیں۔

''بیان القرآن'' محقق عبدالماجد دریابادی کی نظر میں:

صاحبِ ''تفسیر ماجدی'' نے اپنی تفسیر کا طریقۂ کار ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

''اِس عاجز نے اپنے لیے دلیلِ راہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ترجمے کو بنایا، جو اُن کی تفسیر ''بیان القرآن'' کے ساتھ ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء میں اول بار شائع ہوا ہے۔ اپنی خصوصیات کے لحاظ سے بس اپنا نظیر آپ ہی ہے۔ اِسے اگر اُردو کی ساری تفسیروں کا سرتاج سمجھا جائے، تو شاید مبالغہ نہ ہو۔''(۲)

مفسر دریابادی کو حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے ساتھ تفسیری مباحث کے باب میں مراسلت ومکاتبت کی نوبت بھی پیش آئی تھی جو طویل سے طویل تر ہوتی گئی تھی، یعنی کم وبیش ۱۵ سال تک جاری رہی۔ اُن مراسلات میں سے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

''بیان القرآن [پارۂ اول] میں دو مقامات مجھے بالکل بے نظیر نظر آئے۔ ایک تخلیقِ آدم کے موقع پر فرشتوں کی گفتگو، دوسرے تعلیمِ سحر ہاروت وماروت کی زبان سے۔ دونوں مقامات بڑی اُلجھن کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلم سے انہیں ایسا سُلجھا دیا کہ اب کوئی سوال ہی نہیں باقی رہ جاتا۔''(۳)

مابعد کی گفتگو ''م'' = ماجد۔ ''ا'' = اشرف۔ علامت پیشِ نظر رکھ کر ملاحظہ ہو:

م: تفسیر لکھنے کے ''اِس کام میں جتنا گہرا اُترتا گیا ہوں، بہ خدا اُسی قدر آپ کی تفسیر کی عظمت ووقعت دل میں — عقیدت مندی کی بنا پر نہیں — علی وجہ البصیرت بڑھتی گئی۔

ا: ایک درجہ عقیدت مندی کا یہ بھی ہے کہ عقیدت مندی کی بھی خبر نہیں ہوتی۔

م: اور بعض اکابر حضرات کی قدر اِس حیثیت سے کم ہوتی گئی۔ یہ اور بات ہے کہ وہ حضرات آپ سے متقدم ہیں۔ اِس لیے ہوسکتا ہے کہ اِستفادہ جناب کو بھی براہِ راست یا بالواسطہ اُن ہی حضرات سے ہوا ہو۔

ا: غلبۂ محبت نے اِس طرف نظر نہیں جانے دی کہ اصول اُن حضرات اکابر ہی کے ہیں جن سے تفریع کی ہمت ہوگئی۔ زمانہ کے اور طبائع کے اِختلاف سے عنوان میں تفاوت ہوگیا۔ احسان اُن ہی کا ہے۔''(۴)

م: ''بیان القرآن کی پوری قدر رفتہ رفتہ ہی جا کر ہوتی ہے۔ جب شروع میں اِسے — کئی سال ہوئے — میں نے دیکھا تھا تو ایک اوسط درجے کی کتاب نظر آئی تھی۔ پھر جب بعض لوگوں کو میں نے ترجمۂ قرآن اِس کی مدد سے پڑھانا شروع کیا، تو اِس کی قدر بڑھی اور پوری قدر تو اِس کی اَب جا کر ہو رہی ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ مفسر نے ایک ایک لفظ تول تول کر کے رکھا ہے۔''

اول منزل میں اِلتزامات کم ہیں، بعد میں زیادہ:

ا: میں تو اتنا بھی معتقد نہیں؛ لیکن آپ کی قدر دانی سے مسرت ہوئی۔ بے تکلف یہ بھی اِطلاع کرتا ہوں کہ اول منزل میں اِلتزامات کم ہوئے ہیں۔ ان شاء اللہ تعالی جوں جوں آگے بڑھئے گا، زیادہ خوش ہوجیے گا۔''(۵)

م: ''بیان القرآن سے جتنا نفع مجھ بے علم کو ہوا اور ہو رہا ہے، اُسے بس میرا ہی دل جانتا ہے۔ مجھ سے تو اگر کوئی یہ فرمائش کرے کہ تفسیر ابن عباس سے لے کر تفسیر حقانی تک جتنا ذخیرہ تفسیروں کا تمہارے پاس ہے، سب سے دست بردار ہو کر صرف ایک تفسیر اپنے پاس رکھو تو میرا اِنتخاب تو بیان القرآن ہی کے حق میں ہوگا۔''(۶)

مولانا محمد یحی صاحب کاندھلویؒ کا بیان: ''مولانا (محمد یحی صاحب والد شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ، نے اپنے شاگرد مولانا عبدا للہ صاحبؒ)۔۔۔ سے فرمایا کہ ہم یہ سمجھتے تھے کہ ہمیں بھی تفسیر آتی ہے؛ لیکن بیان القرآن دیکھ کر معلوم ہوا کہ ہمیں کچھ بھی تفسیر نہیں آتی۔''(۷)

علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا اعتراف: ''مولانا انور شاہ صاحب بہت بڑے متبحر عالم تھے۔ یہاں تک کہ ہے تو گستاخی؛ لیکن سچی بات کو کیوں چھپاؤں؟ میرا یہ خیال ہے کہ وہ اپنے اکثر اساتذہ سے بھی علوم میں بڑھ گئے تھے۔ مولانا انور شاہ صاحب نے ایک صاحب سے فرمایا کہ میں یہ سمجھتا تھا کہ اردو کتابوں میں علوم نہیں ہیں، اس لیے میں کسی کی اردو تصانیف کو دیکھنا بے کار سمجھتا تھا؛ لیکن جب سے بیان القرآن دیکھنے کا اتفاق ہوا، یہ معلوم ہوا کہ اُردو کی تصنیف میں بھی اب علوم موجود ہیں۔ اور اُس وقت سے مجھے اردو کی کتابیں پڑھنے کا شوق پیدا ہوگیا۔ اور جو بے وقعتی اُردو کی کتابوں کی میرے خیال میں پہلے سے تھی، وہ جاتی رہی۔''(۸)

''بیان القرآن''، حکیم الامت کی نظر میں: ''اِس کے تمام مضامین اِلہامی ہیں۔ چناں چہ اللہ تعالی نے اپنے فضل و کرم سے جو الفاظ و معانی اِلہام فرمائے، بعینہ میں نے وہی لکھے، بجز دو ایک مقام کے جن کی میں نے نشان دہی کر دی ہے۔ یہ تفسیر میں نے کامل شرحِ صدر کے ساتھ لکھی ہے۔ اِس کی قدر تو اُن لوگوں کو ہوگی جنہوں نے کم از کم ۲۰ معتبر تفاسیر کا مطالعہ کیا ہو۔ وہ دیکھیں گے کہ وہ مقامات جہاں سخت اِشکالات و اختلافات واقع ہوے ہیں، اُن کا حل کس سہولت کے ساتھ قوسین کے اندر صرف چند الفاظ بڑھا دینے سے ہوگیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا محض فضل ہے۔''(۹)

''میں نے بیان القرآن میں یہ بھی اِلتزام کیا ہے کہ تفسیر تو وہی لکھی جو میری سمجھ میں آئی؛ لیکن جب تک اُس کی تائید سلف صالحین کی تفاسیر سے نہیں ملی، اُس پر اِطمینان نہیں کیا۔ اور جہاں اپنی تفسیر کی کوئی صریح تائید سلف سے باوجود تلاش کے نہیں ملی، وہاں بھی رکھا میں نے اپنی ہی تفسیر کو؛ لیکن اُس کے آگے لکھ دیا ہے کہ ''ہٰذا من المواہب'' پھر اِس سلسلے میں محنتِ شاقہ برداشت کی۔ مثلاً یہ کہ ''... بعض بعض مقامات [کی] تفسیر لکھنے سے قبل میں آدھ آدھ گھنٹہ ٹہلتا رہا اور سوچتا رہا اور اللہ تعالی سے دعا کرتا رہا، تب کہیں جا کر شرحِ صدر ہوا۔ اور جن بعض مقامات کے متعلق پھر بھی شرحِ صدر نہ ہوا، وہاں اُس کا بھی اِظہار کر دیا اور لکھ دیا کہ اگر اِس سے بہتر کہیں تفسیر مل جائے، تو اُسی کو اِختیار کیا جائے۔ چناں چہ تفسیر میں دو مقامات ایسے ہیں: ایک سورہ برأۃ میں اور [دوسرے] سورہ حشر میں۔''(۱۰)

حضرتؒ نے اپنی تفسیر کا جو طریقہ اور معیار مقرر فرمایا ہے، اُس میں دو چیزیں قابلِ توجہ ہیں:

۱۔ سلف کی طرف منسوب کرنا۔ (اِس کی صراحت تو حضرتؒ نے خود ہی فرمائی ہے، مزید تفصیل آیندہ آئے گی۔)

۲۔ مبتدع فرقوں کی تفسیروں سے اِشتباہ کا اِزالہ۔ (اِس کی صراحت اگرچہ یہاں نہیں ہے؛ لیکن آگے اِس کی بھی تحقیق آرہی ہے)

پہلی بات کے متعلق فرماتے ہیں:

''بدوں تائید سلف، میں قرآن کے ایک لفظ کی تفسیر بھی گوارا نہیں کرتا؛ کیوں کہ تفسیر بالرائے سے ڈر لگتا ہے۔ ہاں نکات ولطائف بیان کرنے کا مضائقہ نہیں۔ کیوں کہ وہ تفسیر میں داخل نہیں؛ بل کہ امرِ زائد کے قبیل سے ہے۔''(۱۱)

''میں بہت ڈھونڈ کے تفسیر کے اندر نکالتا تھا کہ کسی نہ کسی کا قول مل جائے تو اچھا ہے۔''

''بلدۂ طیبہ کی تفسیر مولوی حبیب الرحمن نے کی تھی اور اُس کو کسی بزرگ کی طرف منسوب کیا۔ مولوی عبید اللہ (سندھی) نے کہا: بہت اچھی تفسیر ہے، فقط اِنتساب کا نقص ہے۔ مولوی حبیب الرحمن نے کہا یہی تو خوبی ہے جو دوسروں کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔''(۱۲)

اسی طرح قرآن کریم کے دو مختلف مقامات پر ایک ہی نوع کے اِشکال کے چند در چند جواب نقل کرنے کے بعد حضرت تھانویؒ نے ایک توجیہ ذکر کی اور اُس تاویل وتوجیہ کی قرآن ہی سے نظیر (حضرت ابن عباسؓ کی تائید) ذکر کر کے جو کچھ لکھا وہ سننے کے قابل ہے، فرماتے ہیں:

''میرا جواب ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول سے مؤیّد ہے اور مجھے اِس کی بہت مسرت ہوتی ہے کہ اپنے قول کی تائید سلف کے اقوال میں مل جائے۔ بعض لوگ تو سلف سے اپنا علم منقول دیکھ کر افسردہ ہو جاتے ہیں کہ ہائے ہمارا تفرد باطل ہو گیا۔ اور میں خوش ہوتا ہوں کہ الحمد للہ وہیں ذہن گیا جہاں مقبولانِ الٰہی کا ذہن گیا تھا۔ اکابر کے علوم سے اپنے علوم کی موافقت بڑی دولت ہے جو نعمتِ صحتِ مذاق وسلامتِ فہم کی علامت ہے۔''

اور یہ اِشکال نہیں ہونا چاہیے کہ یہ تو اِتفاق ہے کہ تائید مل گئی — اگر تائید نہ ملتی، تو ایک تفسیر اپنی طرف سے کیسے مقرر کر لی گئی — اس لیے کہ حضرتؒ نے جواب کو قواعدِ عربیہ تفسیریہ اور مسئلۂ کلامیہ کی رو سے مبرہن فرما چکنے کے بعد تائید پر مسرت کا اِظہار فرمایا ہے۔(۱۳)

دوسری بات کے متعلق فرماتے ہیں: ''عموماً مفسرین نے قواعدِ شرعیہ عربیہ کی رعایت کے ساتھ بہت سی تفسیریں کی ہیں کہ عموماً علمائے اہلِ حق نے اُن پر نکیر نہیں کی۔۔۔۔ اُس کو فرقِ مبتدعہ کی تفسیر پر قیاس کرنا صحیح نہیں۔ اس لیے خلف اہلِ سنت نے سلف کی تفسیر کی نفی نہیں کی۔ اپنی تفسیر کو درجۂ اِحتمال میں رکھتے ہیں۔ اور بدعتی سلف کے اقوال کی نفی کرتے ہیں اور اپنی تفسیر (کو) — جو کہ معارض ہے سلف کی تفسیر سے — حق اور سلف کی تفسیر کو باطل سمجھتے ہیں۔''(۱۴)

اِمتیازات:

:۱ عقلی شبہات کا اصولی حل: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں: ''بعض لوگ پوچھتے ہیں کہ تمہاری تفسیر میں کیا ہے؟ میں یہ کہا کرتا ہوں کہ جب کسی مقام پر اِشکال ہو، تو اول اور تفسیروں میں دیکھو، تب معلوم ہوگا کہ اِس میں کیا ہے!''(۱۵)

''بیان القرآن تفسیر کی ایک اکیلی کتاب ہے جس میں اہلِ زیغ کے تمام عقلی شبہات کا اہتمام کے ساتھ اصولی رد کیا گیا ہے۔ کسی اور تفسیر میں یہ اہتمام اور استیعاب نہیں ہے۔''(۱۶) اور اس کی گواہی محقق عبد الماجد دریابادی نے بھی دی ہے۔ حکیم الامت حضرت تھانویؒ کو لکھے گئے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں کہ: ''یہ کرامت آپ کی بیان القرآن ہی میں دیکھی کہ پختہ مسلمانوں کے لیے تو ہے ہی، لیکن ساتھ ہی بدمذہبوں اور مذبذبین سب کی رعایتیں موجود۔''(۱۷)

''بڑے بڑے اِشکالات بات کی بات میں حل ہو جاتے ہیں۔''(۱۸)

:۲ ''اصول وفروع (میں) شریعت کے مزاج اور سلف کے مذاق کا نہایت درجے اہتمام کیا گیا ہے۔''(۱۹)

:۳ مضامین کی سرخیاں: ''مجالس حکیم الامت'' میں مفتی محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں: ''مجلس میں کسی صاحب نے بیان القرآن میں ربط آیات کے اہتمام کی بہت تعریف کی اور کہا کہ یہ عجیب چیز ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ بے شک یہ بھی اللہ تعالی کا فضل ہے؛ لیکن میرے نزدیک کوئی زیادہ اہم چیز نہیں۔ کیوں کہ ربط آیات کے بیان کی ضرورت زیادہ نہیں۔ البتہ اِس تفسیر میں ایک چیز ایسی ہے جس کو میں نے بڑی مشقت اور محنت سے جمع کیا ہے۔ اور وہ اب تک کسی دوسری تفسیر میں میری نظر سے نہیں گزرا۔ وہ یہ کہ مضامین قرآنیہ کی سرخیاں آیات کے شروع میں لگا دی ہیں۔ کہ اہلِ علم تو اگر قرآن کے حاشیے پر یہ عنوانات ہی لکھ لیں، تو پوری تفسیر کا کام اِن سے لے سکتے ہیں۔(۲۰)

حضرت مفتی محمد حسن امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت تھانویؒ نے فرمایا بیان القرآن کی سرخیوں میں علوم القرآن ہیں۔اُن کے اندر غور کرنے سے قرآن کے علوم کا اور غرض مسوق لہ الکلام (جس غرض کے لیے گفتگو لائی گئی ہے) کا پتہ چل جاتا ہے۔(۲۱)

یہاں ایک بات یہ قابلِ لحاظ ہے کہ بیان القرآن سے استفادے کے باب میں خود حضرت مفسر تھانویؒ کس حد تک آسانی کے روادار ہیں۔ کیوں کہ مفکروں کی جانب سے بیان القرآن کو عام فہم بنانے کی بھی ابتدا ہی سے کوشش ہو رہی ہے،تو اِس باب میں حضرت کا مذاق درج ذیل ملفوظ سے ظاہر ہوتا ہے۔فرماتے ہیں: ''مطبع مجتبائی والوں نے ایک مولوی صاحب سے تفسیر بیان القرآن کی تسہیل کرائی ہے۔سمجھ میں نہیں آیا کہ الفاظ کی تو تسہیل ہو سکتی ہے،مگر جو مضمون علمی ہیں،اُن کو سہل کرنے کی کیا صورت ہے؟ دیکھیے! اُقلیدس کو کوئی اردو میں لکھے،تو کیا اُس کی شکلوں کو بھی جو کہ اِثبات ہے خاص دعووں کا،اِس معنی کر سہل کر سکتا ہے کہ ہر شخص سمجھ لیا کرے۔''(۲۲)

ایک اور موقع پر عوام کی دلچسپی اور سہل انگاری کے متعلق فرمایا:

''...۔ان کی دلچسپی کس کس چیز میں دیکھی جائے اور ان کی دلچسپی کی رعایت کہاں تک کی جائے...واہیات بات ہے۔ان کی (دلچسپی) کی وجہ سے ہم اپنے اصول بدل دیں اور اپنے بزرگوں کے طرز میں کتر و بیونت شروع کر دیں...اگر کل کو وہ کہنے لگیں کہ فلاں حدیث یا فلاں آیت (جدید اصولوں کے موافق نہ ہونے کی وجہ سے مثلاً) سمجھ میں نہیں آتی۔یا (یہ کہیں کہ) ہمیں اِس (حدیث و آیت کے احکام) سے دلچسپی نہیں،تو کیا اُس میں اِنتخاب کیا جائے گا۔یہ سب خیالی اور بے اصول باتیں ہیں۔کبھی ایسی باتوں سے متاثر نہیں ہونا چاہیے۔ہم اِس کے ذمے دار یا ٹھیکے دار نہیں کہ ہر بات سمجھ ہی میں آجایا کرے۔اگر ہر بات سمجھ میں آجایا کرتی،تو اِتنے باطل فرقے کیوں پیدا ہوتے؟ ایک بھی نہ ہوتا...اور اگر سب کی سمجھ اور دلچسپی کی رعایت کی جائے،تو قیامت تک بھی کوئی اصول قرار نہیں پا سکتا۔''(۲۳)

حواشی:

(۱) تقریر دل پذیر ص ۱۲۸ شیخ الہند اکیڈمی دار العلوم دیوبند ۱۴۳۱ھ۔(۲) تفسیر ماجدی جلد ۱ ص ۱۸، ۱۲، ایڈیشن ۲۰۰۸۔(۳) ''نقوش و تاثرات'' ص ۳۴۷ سعدی بک ڈپو، الہ آباد۔

(۴) ''نقوش و تاثرات'' ص ۴۴۹، ۴۵۰۔(۵) ''نقوش و تاثرات'' ص ۴۴۲، ۴۳۳۔(۶) ''نقوش و تاثرات'' ص ۵۹۳۔(۷) ملفوظات جلد ۹ ''حسن العزیز'' ص ۲۳۳، ۲۳۴۔

(۸) ملفوظات جلد ۹ ''حسن العزیز'' ص ۲۳۳، ۲۳۴۔(۹) ملفوظات جلد ۹ ''حسن العزیز'' ص ۲۳۳، ۲۳۴۔(۱۰) سید ابرار علی: ص ۳۲۵، ۳۲۶ بہ حوالہ مآثرِ حکیم الامت ص ۳۰۱، ۳۰۲۔

(۱۱) ملفوظات جلد ۱۵ ص ۹۱۔(۱۲) اشرف التفاسیر جلد ۴ ص ۲۳۴۔(۱۳) نیز ملاحظہ ہو: اشرف التفاسیر جلد ۲ ص ۳۱۴، ۳۱۶۔(۱۴) ملفوظات جلد ۶ ص ۳۳، ۳۴۔

(۱۵) ملفوظات جلد ۱۸ ص ۲۸۶۔(۱۶) مجلہ شاہ راہِ علم: ''مفکر ملت نمبر'' ''دو لمحے، دو صحبتیں''۔(۱۷) ''نقوش و تاثرات'' ص ۳۴۳۔ ''الِافاضات الیومیہ'' جلد ۲۱۹۔

(۱۸) ''نقوش و تاثرات'' ص ۴۴۹، ۴۵۰۔(۱۹) ملفوظات جلد ۳ ص ۱۷۔(۲۰) ملفوظات جلد ۲۴ ص ۲۱۴۔(۲۱) ملفوظات جلد ۲۶ ''الکلام الحسن'' ص ۳۹۲۔

(۲۲) ملفوظات حکیم الامت ''الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ'' جلد ۲ ص ۳۲۲۔(۲۳) ملفوظات حکیم الامت ''الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ'' جلد ۲ ص ۳۰۹۔

File E:\000 MY JOBS\Akkalkuwa Jobs\shahra-e-ilm\APRIL 2015\odd page 01.jpg not found.

دوسری قسط: ۱۸ جون ۲۰۱۹ء = ۱۴ شوال ۱۴۴۰ھ (حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تفسیر)

بیان القرآن کا مطالعہ

مولانا حکیم فخر الاسلام

بعد والوں کے لیے حضرتؒ کی نصیحت:

''حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایک عورت مجذومہ (جذام کے مرض میں مبتلا) طواف کر رہی تھی۔ حضرت عمر نے اُس سے فرمایا: اُقعدِیْ فی بَیْتِكِ (اپنے گھر میں بیٹھی رہ) کچھ مدت کے بعد دیکھا گیا کہ وہ مطاف میں پھر طواف کر رہی ہے۔ اُس سے کسی نے کہا: اَبْشِری فَاِنّ الرَّجُلَ (عمر) قَدْ ماتَ۔ مژدہ ہو کہ وہ شخص (یعنی عمر) وفات پا گئے۔ اُس نے کیا عمدہ جواب دیا کہ وہ ایسے نہ تھے کہ: یُطاعُ حَیّاً وَیُعْصیٰ میتا (زندگی میں تو اُن کی اِطاعت کی جائے اور موت کے بعد نا فرمانی)۔ میں تو یہ سمجھ کر آئی تھی کہ وہ موجود ہوں گے، پھر ڈانٹ دیں گے۔ طواف کو ترک کر کے یہ کہہ کر چلی گئی کہ میں اُن کے حکم کے خلاف نہیں کرتی۔'' اِسی ذیل میں فرمایا کہ ''ہمارے اکابر بھی ایسے ہی تھے کہ بعد وفات بھی اُن کی برکات جاری ہیں۔ اس لیے اُن کی اِطاعت کرنی چاہیے۔'' اور اُن کے اُس ذوق وفہم اور معانی کی حفاظت کرنی چاہیے، جو اُنہوں نے اپنے علوم اور تصنیفات میں چھوڑے ہیں۔

علوم، اصول اور فکر وفہم سے مناسبت رکھنے والے بزرگ سے مشورہ کی اہمیت:

''ایک واقعہ حاکم شہیدؒ کا ہے...... اُنہوں نے امام محمدؒ کی کتابوں میں کچھ مکررات اور تطویلات دیکھیں، اُنہوں نے مکررات کو حذف اور مطولات کی تلخیص کر دی۔ پھر امام محمد کو خواب میں دیکھا، فرمایا تم نے میری کتابوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ اُنہوں نے کہا کہ علما کی کم ہمتی دیکھ کر میں نے ایسا کیا۔ امام محمدؒ کو غصہ آیا، فرمایا اللہ تعالیٰ تجھ کو پارہ پارہ کرے جیسا تو نے میری کتابوں کو پارہ پارہ کیا۔...... (آگے حکایت دردناک ہے۔)۔'' (۳۰)

بیان القرآن کی تشریح وتفہیم کا طریقہ:

یہ حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ کی بیان کردہ حکایت ہے؛ مگر فی الوقت جب کہ حضرتؒ ہی کی تصنیفات پیشِ نظر ہیں، خود اُن کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جانا چاہیے؟ تو اِس سوال کے جواب میں راقم السطور کا خیال تو یہ ہے کہ- حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ نے اپنے سامنے اور اپنی نگرانی میں جو منہج اختیار کیا، جو معیارات مقرر کیے اور اپنی تصنیفات کی تلخیص وتسہیل کے باب میں جن اہلِ علم پر اعتماد کیا - ایک طرف تو وہ سب کام سامنے رکھ کر لائحۂ عمل طے کیا جائے، دوسری طرف دورِ حاضر میں حضرت تھانویؒ کی ذات کی معرفت اور علوم

File E:\000 MY JOBS\Akkalkuwa Jobs\shahra-e-ilm\APRIL 2015\even page 01.jpg not found.

سے مناسبت رکھنے والے افراد کی نگرانی اور اعتماد میں کام کیا جائے۔ اگر چہ یہ صحیح ہے کہ ایسے افراد تلاشِ بسیار سے ہی مل سکیں گے؛ لیکن، بہر حال مل جائیں گے۔ اور یہ بھی مناسب ہے کہ کام کرنے والے افراد کی علمی استعداد پختہ ہونے کے ساتھ وہ فکرِ تھانوی کے حامل ہوں، علوم تھانوی پر گہری نظر رکھتے ہوں، ذوقِ تھانوی، اصولِ تھانوی اور استدلالِ تھانوی سے اُنہیں خاص مناسبت حاصل ہو۔ پھر اُن کو چاہیے کہ وہ متذکرہ بالا اوصاف کے حامل آحادِ امت کے مشورے سے کوئی طریقۂ کار مقرر کریں۔ کیوں کہ محض ذی استعداد وسیع النظر عالم، مصنف، محقق، عبقری کی تحقیقات وتفہیمات یا وسعتِ خیال اور اِختلاطِ افکار سے متہم مرتبین کی کاوشیں (کہ اِس وقت بہ کثرت محقق ومرتب اِسی مذاق پر چل پڑے ہیں)، اِس باب میں یہ دونوں اعتبار کا درجہ حاصل کرنے کی اہلیت نہیں رکھتیں۔ اسی کے ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ تفسیر بیان القرآن سے کماحقہ لطف حاصل کرنے اور اُس کے نفع کو عام وتام کرنے کے لیے پانچ امور سے واقفیت از بس ضروری ہے:

۱: قواعدِ میزانیہ منطقیہ اور علوم عقلیہ میں درک۔ ۲: فلسفہ، علم کلام کے متعلق اہلِ حق کے اصولِ صحیحہ کا علم جنھیں حضرت تھانویؒ نے اپنی تفسیر میں جاری کیا ہے۔ اور اُن کی اِطلاقی حیثیتوں کی بصیرت۔ ۳: اُن مسلمان مفسرین ومحققین کی کاوشوں پر نظر جنھوں نے دفاعِ اسلام کے جذبے سے تفسیری خدمات انجام دیں؛ لیکن در حقیقت وہ فکری التباسات کی اساس قائم کر گئے اور زیغ وضلال کی نہ بند ہونے والی راہیں کھول گئے، جس کا باعث اُن کا قوانینِ فطرت کو یورپی عینک سے دیکھنے کی عادت، مغربی افکار اور سائنسی اکتشافات سے رعب وتاثر تھا۔ ۴: سائنسی تحقیقات، جدید نظریات۔۔ جن بنیادوں، اصولوں مفروضوں اور نظریۂ علم (Epistemology) پر مبنی ہیں۔ اُن اصولوں اور ذرائع علم پر نظر۔ ۵: مفسر تھانویؒ کی دیگر تصنیفات پر نظر۔ خصوصاً ''امداد الفتاوی'' چھٹی جلد، ملفوظات و مواعظ میں مندرج متعلقہ حقائق، ''بوادر النوادر''، ''الانتباہات المفیدۃ عن الاشتباہات الجدیدۃ''، ''اصلاح الخیال'' [کے صفحات: ۳۶ تا ۴۴ (۳۱)] اور اشرف التفاسیر (چار جلدیں)۔ اِن کے علاوہ تفسیری بے اعتدالیوں پر لکھے گئے رسالے: ''التقصیر فی التفسیر''، ''اصلاحِ ترجمۂ دہلویہ''، ''اصلاحِ ترجمۂ مرزا حیرت'' اور وہ مضامین جو ترجمہ وتفسیر کے اصولوں سے اِنحراف یا تفسیری خلجانات کے ازالے کے لیے لکھے گئے ہیں اور اب ''امداد الفتاوی'' کی دیگر جلدوں مثلاً تیسری چوتھی جلدوں اور ''البدائع'' وغیرہ کا حصہ ہیں۔ ان رسائل ومضامین کا مطالعہ مفسر تھانوی کے ذوقِ فکری اور مراداتِ تفسیری کو سمجھنے کے لیے ضروری سا معلوم ہوتا ہے۔ وجہ اِس کی یہ ہے کہ پہلے تو بیان القرآن کی خاص اہمیت اہلِ علم کے پیشِ نظر یہ رہی کہ '' وہ عظیم الشان اِشکالات جن کا جواب بعض اوقات کئی کئی ضخیم تفسیروں کی مراجعت کے بعد بھی نہیں ملتا حضرت نے قوسین

File E:\000 MY JOBS\Akkalkuwa Jobs\shahra-e-ilm\APRIL 2015\odd page 01.jpg not found.

میں چند تشریحی الفاظ بڑھا کر حل فرما دیے ہیں۔'' (مفتی محمد تقی عثمانی) لیکن اب صورتِ حال یہ ہے کہ ''آسانی'' کا نعرہ لگانے والوں نے جب اِس شعر کے مضمون کو اپنا فکری شعار قرار دے لیا کہ:

چمن میں اِختلافِ رنگ و بو سے بات بنتی ہے ہم ہی ہم ہیں،تو کیا ہم ہیں،تم ہی تم ہو،تو کیا تم ہو

تو فکری التباسات اُن میں سرایت کرنے لگے اور جن تشکیکات سے اُنہیں گریز تھا اور اُن کے ازالے کے لیے وہ سینہ سپر تھے،اب اُنہیں اختیار و قبول یا اُن کے ساتھ مصالحت کرنے کی راہ پر چل پڑے۔ اِس ذہنیت کے ساتھ اُنہوں نے ''آسان تفہیم''،''سریع الفہم تعبیر'' کے پروپاگنڈوں اور پُر فریب نعروں کی آڑ لے کر حضرت تھانویؒ کے اِس پہلو (ازالۂ تشکیکات) سے پہلو تہی برتنی شروع کر دی۔اور اُن کو اِس طرف توجہ نہیں رہ گئی کہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے اپنی تصانیف میں اِس ضروری علم و تحقیق کے حوالے سے کیا کیا حقائق بیان کیے ہیں۔یہ وجہ ہے جس کی رو سے مفسرِ تھانویؒ کی متذکرہ بالا تصانیف پر نظر ضروری ہے۔

باب ا: ترجمہ و تفسیر لکھنے کا محرک

حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ (۱۲۸۰-۱۳۶۲ھ=۱۸۶۳-۱۹۴۳ء) نے تفسیر بیان القرآن کی تمہید میں تفسیر لکھنے کا محرک اور خصوصیات و اِلتزامات کا ذکر فرمایا ہے۔اِن امور کا تذکرہ ہم دو ابواب کے تحت کریں گے۔پہلے باب میں محرک پر گفتگو ہوگی۔دوسرے باب میں خصوصیات و اِلتزامات کا بیان ہوگا۔حضرتؒ نے جب تفسیر لکھنے کا اِرادہ کیا،تو سب سے پہلے اُس کی نوعیت ایک فقرے میں یہ بیان فرمائی کہ وقت کا اِقتضا ہے کہ ایک ایسی تفسیر لکھی جائے جو ''ضروریات کو حاوی ہو اور زوائد سے خالی ہو۔'' اور وضاحت اِس طرح فرمائی:

''بعض لوگوں نے محض تجارت کی غرض سے نہایت بے احتیاطی سے قرآن کے ترجمے شائع کرنے شروع کیے جن میں بہ کثرت مضامین خلافِ قواعدِ شرعیہ بھر دیے،جن سے عام مسلمانوں کو بہت مضرت پہنچی۔''

اِس مضرت سے حفاظت کے لیے پہلے تو حضرتؒ نے متعدد رسالے لکھے؛لیکن ابنائے عصر کی تفسیروں سے پہنچنے والے ہمہ گیر اور متعدی مفاسد سے بچانے کی فکر اُن رسالوں سے بلند کسی کاوش کی متقاضی تھی،اِس کا ذکر حضرت حکیم الامت کے الفاظ میں: ''ہر چند کہ چھوٹے چھوٹے رسالوں سے اُن کے مفاسد پر اطلاع دے کر اُن مضرتوں کی روک تھام کرنے کی (عوام کو) اطلاع کی گئی۔'' مگر ''چوں کہ کثرت سے ترجمہ بینی کا مذاق پھیل گیا ہے،وہ رسالے اِس غرض کی تکمیل کے لیے کافی ثابت نہ ہوئے،تاوقتے کہ ابنائے زمانہ کو کوئی ترجمہ بھی نہ بتلایا جاوے جس میں (لوگ) مشغول ہو کر اِن تراجم مبتدعہ مخترعہ سے (جو قواعدِ شرعیہ کے خلاف اپنے گڑھے ہوئے اصولوں پر مبنی تھے) بے اِلتفات ہو جاویں۔'' (خطبۂ تفسیر بیان القرآن:ب)

File E:\000 MY JOBS\Akkalkuwa Jobs\shahra-e-ilm\APRIL 2015\even page 01.jpg not found.

تراجم وتفاسیر میں مضامین خلافِ قواعدِ شرعیہ:

تراجم وتفاسیر کے مضامین جو قواعدِ شرعیہ کے خلاف تھے اور تفسیر کی راہ سے گمراہی کا سبب بن رہے تھے، اُنھیں حضرت نے جن رسالوں میں ظاہر فرمایا تھا، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُن رسالوں کے حوالے سے ایسے امور کی نشاندہی کر دی جائے۔ یہ بات اِس لیے ضروری ہے کہ اِن امور سے آگاہ ہو جانے کے بعد باطل افکار پر مبنی ترجمہ وتفسیر کی فہم وتفہیم کے کلیدی اصول ہاتھ آ جائیں گے۔ حضرتؒ کی تصنیفات کا مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اُمور خلافِ قواعدِ شرعیہ کی نشاندہی کے لیے تو بعض دیگر رسالے، کتابچے، مکتوبات، مجالس ومواعظ کی تحقیقات وتقریرات بھی ہیں؛ لیکن اصولی حیثیت سے موضوع بنا کر لکھے گئے رسالے چار ہیں۔ ۱: اصلاحِ ترجمۂ دہلویہ۔ ۲: اصلاحِ ترجمۂ مرزا حیرت۔ ۳: التقصیر فی التفسیر۔ ۴: الانتباہات المفیدۃ عن الاشتباہات الجدیدۃ میں تفسیر کے باب میں روا رکھے جانے والے اِلتباسات کا اِزالہ اور سائنس کی قرآن کے ساتھ تطبیقات کی کاوش پر تنقیدات۔ اِن میں سے ابتدائی دو رسالے بیان القرآن کی تصنیف سے پہلے لکھے گئے؛ جب کہ اخیر کے دو رسالے بیان القرآن کی تصنیف کے بعد وجود میں آئے۔ اول الذکر دو رسالوں میں قرآنی آیات کے ایسے ترجموں اور تفسیروں کا جائزہ لیا گیا ہے جن کی شہرت بامحاورہ اور آسان ترجمے وترجمانی کی حیثیت سے تھی۔ حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ نے اِن دونوں رسالوں میں یہ دکھایا ہے کہ ''آسان''، ''بامحاورہ'' اور ''ترجمانی'' کی پُرکشش سوغات کے پردے میں کیا کیا زیغ وضلال پوشیدہ ہیں۔ تیسرے رسالے میں تفسیر کی اُس روش کا جائزہ لیا گیا ہے جس میں موجودہ تمدن وسیاست کو قرآن کریم کی آیات کے ساتھ منطبق کر کے اور اُن کا مدلول بنا کر پیش کیا گیا تھا۔ اِس رسالے (التقصیر فی التفسیر) کی وجہِ تالیف یہ ہے کہ بہ کثرت اہلِ علم، علما اور دارالعلوم دیوبند ومظاہر علوم سہارن پور کے نو فارغین بعض فضلا کی یہی روش پسندِ خاطر ہو چلی تھی، جس کی اصلاح کے لیے یہ رسالہ تصنیف کیا گیا۔ چوتھے رسالے کے مخاطب وہ عصری علوم وفنون سے بہرہ ور افرادِ امت تھے جو سائنسی تحقیقات اور جدیدیت پر مبنی قواعد واصول سے متاثر ہونے کی وجہ سے-قرآنی آیات کی تشریح- اُن پر مبنی ٹھہرانے لگے تھے اور آیات کے معانی ومطالب اُنھی جدید اصولوں کے مطابق کرنے کے درپے تھے۔

یہ وہ رسائلِ اربعہ ہیں جن میں ایسے تراجم، تفاسیر وافکار زیرِ بحث لائے گئے ہیں جنھیں حکیم الامتؒ نے ''خلافِ قواعدِ شرعیہ'' کہا ہے۔ اِس وقت ہمارے پیشِ نظر اصلاً تو حضرتؒ کے یہی چاروں رسالے ہیں؛ لیکن ضمناً حضرتؒ کی وہ تحریریں بھی ہیں جو زیرِ بحث موضوع سے تعلق رکھتی ہوں۔ اِن رسالوں اور تحریروں کے تعارف

File E:\000 MY JOBS\Akkalkuwa Jobs\shahra-e-ilm\APRIL 2015\odd page 01.jpg not found.

میں چار باتیں پیشِ نظر رکھی جائیں گی:۱:قرآن کی تفسیر میں قرآنی مدلول سے اِنحراف کا جائزہ۲:انیسویں اور بیسویں صدی عیسوی میں مذکورہ اِنحراف کے تعدیے کی نشاندہی۔۳: دورِ حاضر(۲۰ویں، ۲۱ویں صدی) کی تفسیروں میں اُن گمراہ کن افکار کی نشاندہی جن کی طرف حضرتؒ نے توجہ دلائی ہے۔۴:اِس امر کا جائزہ کہ دورِ حاضر کا تمدن جن افکار پر گامزن ہے اور اُس کی پشت پر کوئی مضبوط علمی اور اصولی ڈھال ہے، تو کہیں مغرب کے ملحدانہ افکار میں اُن کی جڑیں تو قائم نہیں؟ عبارتیں معکوس کوما''' میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی ہیں۔تشریحی وضاحت اور توسیعی توضیحات راقم الحروف کی جانب سے۔ابتدا **ڈپٹی نذیر احمد کے اُس ترجمۂ قرآن سے کریں گے جس پر حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے تنقید فرمائی ہے اور اُس کا نام**''اصلاح ترجمۂ دہلویہ'' ہے۔رسالے کی تمہیدی گفتگو میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں:

''اِن دنوں قرآن مجید کا ایک اردو ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد صاحب کا لکھا ہوا دہلی سے مختلف تقطیعات پر شائع ہوا۔جن کے بامحاورہ ہونے کی عام شہرت سن کر منگا کر دیکھا۔بامحاورہ بےمحاورہ ہونے کا فیصلہ کرنا تو اہلِ زبان کا کام ہے اور نہ اس سے کوئی ضروری غرض زیادہ متعلق ہے جس میں گفتگو کی جائے؛ مگر دو چار متفرق مقام پر نظر ڈالنے سے اتنا معلوم ہوا کہ اس میں خود مطالب قرآنیہ بھی کہیں متن سے اور کہیں حاشیہ سے بدل گئے ہیں۔ چوں کہ ایسی حالت میں بجائے منفعت کے عام مسلمانوں کو اِس سے مضرت پہنچنے کا قوی اندیشہ تھا، اِس لیے اِس کا اِنسداد ضروری ہوا۔تاہم احتیاطاً بعض مقام کے متعلق خود مترجم صاحب سے بذریعہ خط دریافت کیا گیا۔جب کچھ جواب نہ ملا اور نہ بظاہر امید تھی کہ وہ اپنی تحقیقات سے رجوع فرماتے۔اسی لیے-باوجود رائے دینے بعض حضرات کے-اس(مراسلت) کا زیادہ اہتمام بھی نہیں کیا گیا۔(بس ایک مرتبہ بذریعہ خط دریافت کر لینے اور جواب نہ ملنے پر اُن کے حالات پر نظر کرتے ہوئے کہ وہ اپنے خیالات پر ایسا جزم کیے ہوئے ہیں کہ اُنھیں غلط نہ کہیں گے۔ف) یہ مجبوریِ عام مسلمانوں کے، حفاظتِ دین کی ضرورت کے-ترجمۂ مذکورہ بالا بالاستیعاب اول سے آخر تک دیکھنا پڑا۔جن لغزشوں کا گذر عقائد و احکام تک نہیں تھا (یعنی عقائد و احکام جن لغزشوں سے متاثر نہیں ہوئے تھے) اُن سے زیادہ تعرض نہیں کیا گیا؛ مگر جن کا اثر عقائد و احکام تک پہنچتا ہوا دیکھا اور کوئی توجیہ ِ قریب بھی نہ بن سکی، اُن کو ضبط کیا گیا جس کا مجموعہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔چوں کہ مقصود اصلی اِس تحریر سے صرف عام مسلمانوں کو غلطی سے بچانا ہے، اس لیے اِس میں بحث و جدال کا طریقہ اختیار نہیں کیا گیا۔سیدھی سادی مختصر عبارت میں اصلی مطلب کی تقریر کر دی۔''

File E:\000 MY JOBS\Akkalkuwa Jobs\shahra-e-ilm\APRIL 2015\even page 01.jpg not found.

خیرخواہی: اپنی اِس اصلاحی کوشش کے بعد حضرت حکیم الامتؒ نے یہ نصیحت فرمائی کہ ''جن صاحبوں کے پاس ترجمۂ مذکورہ موجود ہو، اُن کو ضروری ہے کہ ایک نسخہ اس تحریر (اصلاحِ ترجمۂ دہلویہ) کا اپنے پاس رکھیں؛ بل کہ مناسب ہے کہ اس ترجمہ کے ساتھ ہی اس (اصلاحی تحریر) کو جلد کرالیں؛ بل کہ ترجمہ کے اُن مقامات پر جانچنے کے طور پر چڑھالیں۔......'' (اصلاحِ ترجمۂ دہلویہ)

اور راقم السطور کی رائے میں اب زمانے کا یہ بھی اِقتضا ہے کہ ''آسان ترجمہ''، ''ترجمانی''، ''بامحاورہ ترجمہ'' یا 'آسان تفسیر' کا نام لے کر، نیز مغربی افکار سے اثر پذیری اور ''سائنسی قوانینِ فطرت'' سے گرویدگی کے حوالے سے جو تراجم عصر تھانوی میں یا مابعد از منہ میں آتے چلے گئے ہیں، مثلاً علامہ ابوالکلام آزاد کا 'ترجمان القرآن'، علامہ حمید الدین فراہی کی 'تنظیم القرآن' علامہ ابوالاعلی مودودی کی 'تفہیم القرآن'، علامہ عبدالماجد دریا بادی کی 'تفسیر ماجدی'، جناب امین احسن اصلاحی کی 'تدبر القرآن'، جناب وحید الدین احمد خاں کی 'تذکیر القرآن'، جناب سلمان حسینی ندوی کی 'آخری وحی' جناب خالد سیف اللہ رحمانی کی 'آسان تفسیر' وغیرہ۔ اِن سب کے ساتھ بھی اِسی ہدایت پر عمل کریں کہ جن صاحبوں کے پاس اِن تراجم میں سے کوئی ترجمہ وتفسیر موجود ہو، اُن کا مطالعہ کرتے وقت اس تحریر (اِصلاحِ ترجمۂ دہلویہ) اور بقیہ تینوں رسالے اپنے پاس مطالعہ کے لیے رکھیں اور بہ وقتِ مطالعہ ہر موقع پر بیان القرآن سے رجوع بھی کرتے جائیں۔

''ترجمۂ دہلویہ'' پر حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تنقیدات

(ڈپٹی نذیر احمد کے فکر وعقیدے پر مبنی بعض غلطیاں جن کی بنیاد، گمراہ کن اور اثر، متعدی ہے۔ ذیل میں حضرت مولانا تھانویؒ کی نقل کے مطابق پہلے قرآن کریم کی آیت لکھی گئی ہے، پھر ڈپٹی نذیر احمد صاحب کا ترجمہ یا تفسیر یا دونوں ذکر کرنے کے بعد حکیم الامتؒ کا تبصرہ تحریر کیا گیا ہے۔ قوسینی وضاحت، تشریحات اور عنوانات راقم الحروف کی جانب سے ہیں۔)

آیۃ ''**قال یا آدم انبئھم**'' الخ (بقرہ:ع۳) - **تفسیر نذیر (ف۲): ''اور ارواح مجردہ ہیں۔''**

استدراکِ حکیم الامت :- ''فرشتے نہ صرف ارواح ہیں اور نہ مجرد ہیں، بل کہ اجسام لطیفہ ہیں جس میں روح ملکی بھی ہے اور وہ مادی ہیں، اگر چہ مادہ لطیف ہے تمام قرآن وحدیث ان کی جسمانیت اور مادیت کو بتا رہا ہے۔'' (اصلاح ترجمہ دہلویہ ص۳)

File E:\000 MY JOBS\Akkalkuwa Jobs\shahra-e-ilm\APRIL 2015\odd page 01.jpg not found.

قانونِ فطرت کا حصار:

الف: آیت ''**فلم تقتلوھم و لکن اللہ قتلھم و ما رمیت اذ رمیت و لکن اللہ رمیٰ**۔الخ (سورۂ انفال: ع۲)۔ترجمۂ نذیر: فی الترجمہ۔: ''اور اے پیغمبر جب تم نے تیر چلائے۔الخ''۔تفسیر نذیر (ف۱): ''رمی عربی کا ایک لفظِ مشترک ہے تیر چلانے کو بھی کہتے ہیں اور کنکر پھینکنے کو بھی کہتے ہیں۔ چوں کہ پیغمبر صاحب سے تیر چلانا اور کافروں کی طرف مٹھی خاک کا پھینکنا دونوں باتیں ثابت ہیں، ہم نے تیر کا چلانا ترجمہ کیا ہے کہ معمولی کو چھوڑ کر غیر معمولی پر کیوں دوڑیں۔الخ۔''

استدراکِ حکیم الامت: ''جب رمی کو لفظ مشترک مان لیا اور یہ مقرر ہو چکا ہے کہ لفظ مشترک کے چند معانی میں سے کسی خاص کو ترجیح دینے کے لیے کوئی مستقل قرینہ و دلیل ہونا چاہیے۔سو مترجم صاحب نے ایک معنی کا معمولی ہونا موجب ترجیح سمجھا سو ابھی اس کا موجب ترجیح ہونا محل کلام میں ہے۔اگر خلاف معمول واقعہ کو محال کہا جائے یا اُس کے وقوع کی تکذیب کی جائے؛ جیسا کہ اِس وقت فطرت پر سب لوگ دعویٰ کرتے ہیں-گو غلط دعویٰ ہے مگر-اس حالت میں تو معمولی ہونا واقعے کا موجب ترجیح ہوسکتا ہے۔لیکن جب کہ اس غیر معمولی کو بھی ممکن، بل کہ واقع مان لیا جائے، جیسا کہ مترجم صاحب نے اپنے حاشیہ میں آگے چل کر مان لیا ہے تو اس صورت میں کلام دونوں کو علی السواء متحمل ہوگا۔اِس کے علاوہ اور کوئی وجہ اِس معنی کے ترجیح کی ہونی چاہیے، سو وہ محض مفقود ہے۔اب دوسرے معنی کنکر پھینکنے کے جو عام مفسرین نے اختیار کیے ہیں اس کی وجہ عقلی اور نقلی سننا چاہیے۔وجہ تو یہ ہے کہ یہ قصہ بدر میں واقع ہوا اور تیر چلانا بدر میں کہیں ثابت نہیں اور مترجم صاحب نے جو لکھا ہے کہ تیر چلانا خاک پھینکنا دونوں ثابت ہیں دریافت طلب بات یہ ہے کہ اگر بدر میں تیر چلانا ثابت ہے تو دلیل اس بات کی پیش فرمانا ضروری ہے۔اور جو کسی دوسرے غزوے میں ثابت ہے، تو اُس غزوے کا یہاں ذکر نہیں۔قول اصح یہی ہے کہ یہ سب بدر کا مذکور ہے۔اور یہ امر خود مترجم صاحب کے اعتراف سے بھی ثابت ہے۔ چناں چہ اِسی فائدہ کے شروع میں **کید الکافرین** تک قصۂ بدر کے مذکور ہونے کی تصریح لکھ دی ہے۔پس جب بدر میں تیر چلانا ثابت نہیں، تو یہ تفسیر نہ صرف مرجوح، بل کہ غلط ہوگی۔اور جن بعض مفسرین نے تیر چلانا کہا ہے انہوں نے ان آیتوں کا نزول یوم خیبر میں مانا ہے، جس کا صحیح نہ ہونا باعتراف مترجم صاحب ثابت ہے۔یہ کسی نے نہیں کہا کہ نزول آیات کا بدر میں مانا ہو اور تیر چلانا تفسیر کیا ہو؛ بہر حال وقوع میں مرجح بننے کی زیادہ

File E:\000 MY JOBS\Akkalkuwa Jobs\shahra-e-ilm\APRIL 2015\even page 01.jpg not found.

قابلیت ہے بہ نسبت معمولی ہونے کے۔ اور وجہِ عقلی، ترجیح کی یہ ہے کہ مقام، اِمتنان کا ہے اور امتنان مقتضاء تعظیم فعل کا ہے۔ جس قدر کوئی خلاف معمول ہوگا اُسی قدر عظیم ہوگا۔ سو تین سو تیرہ آدمیوں کا ایک ہزار آدمیوں پر مسلط بالقتل ہو جانا اور مشت خاک کا سب پر اثر پہنچنا، یہ البتہ فعل عظیم ہیں۔ اور کمان میں سے ایک تیر کا نکل جانا یہ کون سا عجیب امر ہے۔ (اصلاح ترجمہ دہلویہ ص۱۴)

ب: آیت'' **ویسبح الرعد** ''الخ (رعد:ع۲)۔ تفسیر نذیر (ف۱): ''ہر ایک مخلوق اپنے خالق کی ہستی اور قدرت پر دلالت کرتا ہے یہی اُس کی تسبیح اور تقدیس ہے۔''

استدراکِ حکیم الامت: -''جب تک حقیقت پر حمل کرنا کلام کا جائز ہو مجازی معنی مراد لینا صحیح نہیں۔ اور (یہاں۔ف) معنی حقیقی کا محال ہونا کسی دلیل سے ثابت نہیں ہوا، پھر اِس تاویل کی کیا ضرورت ہے۔ اور قرآن میں جہاں آسمان و زمین کا اقرار اطاعت کرنا اور داؤد علیہ السلام کے ساتھ طیور کا ذکر کرنا اور پتھروں کا خدائے تعالیٰ کے خوف سے گر پڑنا وغیرہ وغیرہ مضامین صاف صاف مذکور ہیں وہاں تاویل کیسے چلے گی۔ اور جو کوئی چلائے وہ کیا دلیل قائم کرے گا۔ اور اس آیت میں ملائکہ کا عفو فرمانا وہ جو حقیقتاً مسبح ہیں ارادہ معنی حقیقی کا زیادہ مؤکد کرنے والا ہوا۔ اور کسی مصنف کی تقلید مدعیٔ تحقیق کے لیے عذر نہیں ہو سکتی۔'' (اصلاح ترجمہ دہلویہ ص۱۹)

د: آیت'' **والجان خلقناه من قبل من نار السموم** ''الخ (سورۂ حجر:ع۳)۔ ترجمہ نذیر۔: ''اور ہم جنات کو آدم سے بھی پہلے لُو کی گرمی سے پیدا کر چکے تھے۔''

استدراکِ حکیم الامت: '' نـــــــار '' کے حقیقی معنی آگ کے ہیں۔ اُس کو چھوڑ کر گرمی کے معنی لینا حسب قاعدۂ اصولیہ جس کا کئی بار ذکر آ چکا ہے جائز نہیں، بل کہ اس مقام پر ایک واقعے کا غلط ہونا لازم آیا ہے یعنی جنوں کا حرارت سے کہ مقولہ عرض سے ہی پیدا ہونا لازم آتا ہے حالاں کہ خود قرآن مجید سے بولنا، چلنا، پھرنا وغیرہ کہ خواص جوہر سے ہیں ثابت ہے اور جو لوگ آج کل وجود جوہری جنات کے منکرین اور ان سب چیزوں کو قوائی نشانیہ کہتے ہیں ان کو اس ترجمے سے سند ہاتھ لگنے کا احتمال ہے ان وجوہ سے اس ترجمہ کی ترمیم واجب ہے اس طرح کہ جنات کو آگ سے پیدا کر چکے تھے۔'' (اصلاح ترجمہ دہلویہ ص۲۰)

عرض راقم: ''حرارت مقولہ عرض سے ہے۔'' کی تشریح یہ ہے کہ: حرارت، برودت، رطوبت، یبوست ۔ یہ سب حالتیں اور کیفیتیں ہیں جو کسی شی پر طاری ہوتی ہیں۔ وہ شی، جوہر (مقولۂ جوہر) کہلاتی ہے اور یہ

File E:\000 MY JOBS\Akkalkuwa Jobs\shahra-e-ilm\APRIL 2015\odd page 01.jpg not found.

کیفیتیں عرض۔ اسی طرح آگ (نار) جوہر ہے۔ گرمی، حرارت، لُو وغیرہ چیزیں عرض ہیں۔ اگر لُو کی گرمی سے جنات کی پیدائش کو تسلیم کرلیا جائے، تو جنات کا ایک عرضی شی ہونا لازم آتا ہے۔ حالاں کہ ''خود قرآن مجید سے بولنا، چلنا، پھرنا وغیرہ کہ خواص جوہر سے ہیں'' جنات کے لیے ثابت ہے، اِس لیے اُن کو جوہری مخلوق ماننا ضروری ہے اور یہ کہنا لازم ہے کہ جنات آگ سے پیدا ہوئے۔ نہ کہ ''لُو کی گرمی سے''۔

ہ: آیت ''**وما یرسل بالآیات الا تخویفا**'' (سورۂ بنی اسرائیل: ع۶) **قوله**: ''یعنی معجزوں سے اس کے سوا کوئی اور غرض متعلق نہیں الی **قوله** معجزہ کوئی ایسی مستحکم دلیل نہیں ہوسکتی جس پر زور دیا جائے۔''

استدراکِ حکیم الامت:۔ ''قرآن مجید میں معجزات موسیٰ کے بارے میں کہیں ''**تسع اٰیات بینٰت** **لیمکنن برھانان من ربک**'' کہیں ''**شئی مبین**'' اور اسی طرح مطلق معجزات کی نسبت اسی قسم کے الفاظ فرمائے گئے ہیں، جس سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ معجزہ بہت بڑی دلیل اثبات نبوت کی ہے۔ رہ گئے شکوک سو معاند کو ہر قسم کی دلیل میں ہوسکتے ہیں اور منصف کو معجزات میں بھی نہیں ہوتے۔ رہا یہ کہ معجزات کا سب کو معائنہ نہیں ہوتا تو نہایت ہی ضعیف شبہ ہے جیسا معائنے سے کسی شئے کا یقین ہوتا ہے تو اتر اخبار سے بھی تو ہوتا ہے پس ان شبہات سے معجزے کو مستحکم دلیل نہ کہنا صریح غلطی ہے۔ اصل یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام مختلف طبائع والے لوگوں کے طرف مبعوث ہوتے ہیں اس لیے اثبات دعویٰ کے لیے مختلف دلائل کی حاجت ہوتی ہے اور ہر دلیل اپنی ذات میں نہایت محکم ہوتی ہے؛ ورنہ نعوذ باللہ لازم آئے گا کہ انبیاء کمزور دلیلیں لے کر تشریف لاتے ہیں پھر ایسے مضامین سے منکرین معجزات کو بھی سہارا ملے گا جو اُن کو خلافِ فطرت ہونے کی وجہ سے مستحیل کہتے ہیں اور ان کو اثبات ثبوت میں کچھ دخل نہیں دیتے، اگر آیت قرآنی سے شبہ پڑے کہ یہ تو اس باب میں نص قطعی ہے تو سمجھ لینا چاہئے کہ اس آیت میں الآیات سے یا تو مطلق معجزات مراد نہیں؛ بل کہ خاص وہ آیتیں مراد ہیں جن کی براہ عناد فرمائش کی جاتی تھی اور الف لام اس میں عہد کا ہے؛ چناں چہ اس کے قبل کی آیت ''**وما منعنا**'' الخ۔ اس تخصیص کا قرینہ ہے اور وہاں فرمائشی معجزات کا مراد ہونا خود مترجم صاحب کے اعتراف سے ثابت ہے تو ان کا خاص تخویف کے لیے ہونا اس کو مستلزم نہیں کہ جمیع آیات تخویف ہی کے لیے ہوں اگر مطلق ہی مراد ہوں جب بھی قصداً اثبات رسالت کی نفی لازم نہیں آتی یہ بھی تخویف ہی ہے کہ اگر اس پر بھی رسالت کے قائل نہ ہوں گے تو عذاب کے مستحق ہوں گے۔'' (اصلاح ترجمہ دہلویہ ص۲۲)

File E:\000 MY JOBS\Akkalkuwa Jobs\shahra-e-ilm\APRIL 2015\even page 01.jpg not found.

و: قانونِ فطرت کی پچ:

آیت ''یٰجبال اَوِّبی'' (سبا:ع۲) قولہ فی تفسیر نذیر (ف۱): ''پہاڑ گونج اٹھے۔''

استدراکِ حکیم الامت:۔''یہاں تو فضائل داؤدی کا ذکر ہورہا ہے پہاڑ کا گونج جانا تو ہر معمولی آدمی کی آواز سے واقع ہوتا ہے اس میں فضل (فضیلتِ داؤدی) کی کیا بات تھی؟ پھر یہ کہ یہ معنی مجازی ہیں، جس کی کوئی ضرورت شرعی، لغوی، عقلی نہیں بل کہ ظاہر الفاظ سے اس کا قائل ہونا واجب ہے کہ پہاڑ اور طیور حقیقۃً تسبیح کرتے تھے اور یہ داؤد علیہ السلام کا معجزہ تھا۔'' (اصلاح ترجمہ دہلویہ ص ۲۸)

ز: ایضاً قانونِ فطرت کی پچ:

آیت ''**فابین ان یحملنھا و اشفقن منھا و حملھا الانسان**'' (احزاب:ع۹) **قولہ فی الترجمہ**۔:''انہوں نے بزبان حال اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور آدمی نے گویا ارادۃً بے تامل اس کو اٹھالیا۔''

استدراکِ حکیم الامت:۔''حسب قاعدہ مذکور چند بار (کئی مرتبہ اِس قاعدے کا ذکر کیا جا چکا ہے کہ) جب تک معنی حقیقی کا متعذر رہونا ثابت نہ ہو، مجاز لینا جائز نہیں جیسا کہ ترجمہ مذکورہ میں لیا گیا ہے۔ آیت کی تقریر اسی پر مبنی ہے اسی قاعدے سے اس تقریر کا صحیح نہ ہونا بھی معلوم ہو جاوے گا۔'' (اصلاح ترجمۂ دہلویہ: ۲۷)

ح: فطرت پرستوں کی حمایتی تفسیر:

آیت ''**ان یخسف بکم الارض**'' (ملک:ع۲) ترجمہ نذیر۔''زمین (دلدل) بنا کر اس میں تم کو دھنسا دے۔''

استدراکِ حکیم الامت:۔''اِس قید معکوس کی نہ کوئی دلیل اور نہ کوئی ضرورت، حق سبحانہ وتعالیٰ کو قدرت ہے کہ خشک زمین میں دھنسا دے اس قید سے فطرت پرستوں کی غلطی کی تائید ہونے کا احتمال ہے کہ خلاف فطرت کا وقوع محال کہتے ہیں۔'' (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۳۳)

ط: عقیدۂ فطرت پرستی کے ایہام والی تفسیر۔

آیت ''**فقدرہ تقدیرا**'' (فرقان:ع۱) قولہ تفسیر نذیر **(ف۲)**''کل موجودات اور تمام واقعات کے لیے ایک اندازہ باندھ رکھا ہے کوئی چیز اس اندازے سے باہر نہیں جاسکتی۔''

File E:\000 MY JOBS\Akkalkuwa Jobs\shahra-e-ilm\APRIL 2015\odd page 01.jpg not found.

استدراک حکیم الامت:-"ظاہر النفی امکان سے تائید عقیدۂ فطرت پرستی کی ہوتی ہے جو خلاف فطرت کے وقوع کو محال کہتے ہیں۔اوراسی بناپر معجزات کے منکر ہوئے ہیں چوں کہ اس زمانہ میں اس عقیدے کے بہت لوگ موجود ہیں اس لیے ایسی موہوم عبارت سے احتراز واجب ہے۔" (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص۲۴)

ی: آیت "**کان علی ربک وعدا مسئولا**" (فرقان:ع۲) ترجمہ نذیر:۔"اور باستحقاق اس سے طلب کیا جاسکتا ہے۔"

استدراک حکیم الامت:-اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر کسی کے استحقاق کا قائل ہونا معتزلہ کا مذہب ہے،جس کو اہل حق نے دلائل عقلی ونقلی سے رد کیا ہے۔اگر استحقاق کی جگہ لفظ بنابر وعدہ ہوتا تو مضائقہ نہ تھا۔"

(اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص۲۴)

۲:مغرب کے جبلی فلسفے کی طرف میلان:

آیت" **واذ اخذ ربک من بنی آدم** الخ" (اعراف:ع۲۲)۔تفسیر نذیر(ف۱):"مطلب یہ ہے کہ خدا نے انسان کے دل کو اس طرح کا بنایا ہے کہ از خود اُس کو معلوم ہوتا ہے کہ خدا ہے اور اکیلا ایک ہے۔الخ۔"

استدراک حکیم الامت:-"اصول میں ثابت ومقرر ہے کہ جب تک حقیقی معنی بن سکیں مجاز پر محمول کرنا جائز نہیں۔اور یہاں جب حقیقی معنی ممکن ہیں اور اُس میں کوئی اِشکال عقلی ونقلی وارد نہیں،تو اُس کو چھوڑ کر اس تشبیہ وتمثیل پر جو کہ من قبیل مجاز ہے محمول کرنا کس طرح صحیح ہوگا؟ بالخصوص جب کہ خود صاحب وحی جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے مطابق ظاہر الفاظ ومعنی حقیقی کے تفسیر فرمادی ہو۔جیسا کہ حدیثوں میں وارد ہے صاحب وحی کی تفسیر کو غلط کہنا تو ممکن ہی نہیں اصل میں معنی تشبیہی پر محمول کرنا معتزلہ کا قول ہے جیسی ان کی عادت ہے کہ اپنی رائے اور قیاس کی وجہ سے ہمیشہ نصوص میں کہیں تحریف ردو انکار کیا کرتے ہیں اور معنی حقیقی میں انہوں نے کچھ اشکالات وارد کئے ہیں،جن کے جوابات ہمارے علما دے چکے ہیں؛ چناں چہ تفسیر کبیر میں وہ سب مذکور ہیں اور خود یہ مضمون صحیح ہے کہ خدا نے انسان کے دل کو اسی طرح کا بنایا ہے۔الخ۔مگر کلام اس میں ہے کہ اس مضمون سے تفسیر آیت کی کرنا کیسا ہے؟ جیسا مترجم صاحب نے تصریح کردی ہے اس لفظ سے (مطلب یہ ہے)البتہ تفسیر صحیح پر جو اشکال وارد ہوتا ہے کہ وہ عہد تو یاد نہیں اس کی بنا پر محاجہ اور مواخذہ کس طرح جائز ہوگا،اس کا ایک جواب اس تقریر میں بھی جو فائدے میں لکھی ہے ممکن ہے مگر اس کا تفسیر بنانا صحیح نہیں اور دوسرا جواب یہ ہے کہ وقتاً فوقتاً اللہ تعالیٰ ہادیوں کے ذریعہ سے بندوں کو یاد دلاتا ہے مشہور ہے۔" (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص۱۳)

File E:\000 MY JOBS\Akkalkuwa Jobs\shahra-e-ilm\APRIL 2015\even page 01.jpg not found.

مذکورۃ الصدر اقتباس میں حضرت مولانا تھانویؒ نے یہ بڑی اہم تنبیہ فرمائی کہ ''خود یہ مضمون صحیح ہے کہ خدا نے انسان کے دل کو اسی طرح کا بنایا ہے۔'' اور پھر مفسر کی غلطی یہ بتلائی کہ انہوں نے تفسیری اور عقلی اصول کی خلاف ورزی کی ہے۔ ازالۂ شبہات کے مجدد اعظم نے اِس موقع پر جس التباس سے آگاہ کیا ہے، اُسے یہاں ایک متن کے طور پر ہی دیکھنا چاہیے۔ پھر اس کی تفصیل۔ جس کسی کو توفیق ہو۔ معاصر فکر ''جبلی فلسفہ'' میں دیکھے۔ اور اُس فلسفے کو سمجھے۔ کچھ حقیقت ذیل میں درج کی جاتی ہے:

''جبلی فلسفہ'' کی حقیقت یہ ہے کہ ۱۹ویں صدی عیسوی میں برطانیہ نژاد مفکر فلسفی اور سائنس داں جان لاک (۱۵۹۶-۱۶۵۰ء) نے ایک آئیڈیا پیش کیا جسے سادہ سلیٹ یا کورا کاغذ کا آئیڈیا (Idea of Tubula Rasa) کہتے ہیں- ۱۹ویں صدی آتے آتے فکری دنیا بہ شمول مسلم دنیا میں، یہ آئیڈیا معروف و مشہور ہو چکا تھا۔ اور آج بھی اِس قدر مقبول ہے کہ ۱۲ویں کلاس اور اُس کے بعد کے مقابلہ جاتی امتحانات میں اِس کے متعلق سوالات دریافت کیے جاتے ہیں اور اِسے ایک معرکتہ الآرا بحث تصور کیا جاتا ہے۔ جان لاکؔ نے بتایا کہ ایک فلسفہ تو وہ ہے جو قدیم سے چلا آ رہا ہے جسے کارٹیسیَن فلاسفی کہتے ہیں۔ اِس فلاسفی کی شرح کرتے ہوئے وہ بتاتا ہے کہ انسان کو کچھ معلومات اور نالج تاریخ سے حاصل ہوتی ہیں، جیسے خدا کا تصور، موت کے بعد کی زندگی وغیرہ۔ لیکن اِن سب چیزوں کی تصدیق ضروری ہے۔ اور تصدیق کے لیے وہ دو اصول مقرر کرتا ہے۔ ا: یہ بنیاد قائم کر لینا چاہیے کہ ہم کامل وثوق کے ساتھ کیا جان سکتے ہیں۔ ۲: اُن مفروضات وخیالات کا اِدراک ہونا چاہیے کہ جن کی تحقیق کر کے ہم نتائج اخذ کر سکتے ہیں۔

پھر اُس کے بعد وہ یہ معیار مقرر کرتا ہے کہ کسی چیز کے حق ہونے کا اِمکان (probability) اِس بات میں منحصر ہے کہ وہ ہمارے تجربات و مشاہدات سے کتنی مطابقت رکھتی ہے۔ اُس کے بعد وہ عقیدۂ ''برداشت'' (Tolerance) پیش کرتا ہے کہ جب مذہبی عقائد حتی کہ خدا کا تصور محض اِمکانی چیزیں ہیں اور دوسری تمام معلومات کی طرح تصدیق وتکذیب کا پہلو رکھتی ہیں، تو اگر بعض عقلیں خدا کی تولید کر سکتی ہیں، تو دیگر بعض اُسے فنا اور معدوم بھی کر سکتی ہیں۔ لہٰذا مذہب پر اعتقاد نہ رکھنے والوں اور خدا کا اِنکار کرنے والوں کے تئیں مذہبی لوگوں کو برداشت اور تحمل کا رویہ اپنانا چاہیے۔ لہٰذا ملحدوں کی اِلحادی صفات سے نفرت و ناگواری کا کوئی جواز نہیں بنتا۔

File E:\000 MY JOBS\Akkalkuwa Jobs\shahra-e-ilm\APRIL 2015\odd page 01.jpg not found.

اِس کے بعد وہ اپنے قائم کردہ ''جبلی فلسفہ'' کے تحت انسان کی جبلت پر گفتگو کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اگر انسان کو پیدا کرنے والا کوئی خدا موجود بھی ہو، تو بس اِتنا ہوا ہے کہ خدا نے انسان کے ذہن میں ایک ملکہ ودیعت کرکے اُسے آزاد چھوڑ دیا۔ اور اب انسان کو چاہیے کہ کسی صحیفے، کسی وحی اور کسی رسول کی بات اُس وقت تک نہ مانے جب تک کہ وہ اپنی عقل و تجربے کی کسوٹی پر اُسے پرکھ نہ لے۔ لاک کے مطابق انسانی عقل (یا قلب) حق بات کو اختیار کرنے میں نہ تو وحی اور رسول کی ہدایت کی محتاج ہے؛ اور نہ ہی یہ ضروری ہے کہ انسانی ذہن سے وحی کے بالمقابل حق کی دریافت نہ ہو سکے۔ یعنی انسان کا ذہن اِس پر قادر ہے کہ وحی کے مقابلے میں کسی دیگر ''حق'' کی دریافت کرلے؛ چناں چہ وہ کہتا ہے کہ انسانی حواس بغیر کسی بیرونی دخل - وحی اور صحیفے - کے حق کی تعبیر کر سکتے ہیں۔

فکری دنیا میں یونانیوں سے لے کر قرونِ وسطیٰ تک خدا کو خدا سمجھنے کا تصور قائم رہا جس کا قوی ترین ذریعہ وحی تھی؛ لیکن جان لاک کی علمیت نے وحی کو ایک معتبر ذریعۂ علم ماننے سے انکار کر دیا اور یہ بتلایا کہ گزشتہ تاریخ کے ذریعے یا مذہبی نمائندوں کے ذریعے خدا کی جو بھی تعلیمات ہم کو حاصل ہوئی ہیں، اُس کو قبول نہیں کرنا چاہیے؛ بلکہ اُن تعلیمات کو عقل کے پیمانے پر پرکھنا چاہیے۔ کیوں کہ معلومات تو آپ کے پاس پہلے سے موجود ہیں، اب اگر خدا کا کوئی اِطلاق ہے، تو وہ صرف اِتنا کہ خدا بھی مثل دیگر معلومات کے آپ کے قلب میں ودیعت کر دیا گیا ہے۔ یہ وہ علمیت ہے جس کی بنیاد جان لاک نے رکھی اور یہ بنیاد آج تک موجود ہے جسے تجدد پسند پیش کرتے ہیں۔ اِسی فلسفے کی رو سے یہ باور کرایا گیا ہے کہ خدا عقل کا پیدا کردہ ہے؛ جس کا مطلب یہ ہے کہ خدا کو ہم نے خود تشکیل دیا ہے، لہٰذا ہم جب چاہیں اُسے ختم بھی کر سکتے ہیں۔ یعنی خدا جب اپنے دماغ میں ہے، تو اُس کو اگر ہم دماغ سے جھٹک دیں، تو خدا مر جائے گا (نعوذ باللہ)۔ نطشے کے اِس قول - کہ خدا مر گیا اور ہم نے اُسے مارا ہے - کا یہی مطلب ہے۔

لاک کے ''جبلی فلسفہ'' کا یہ ایک اِجمالی بیان ہے۔ لیکن اِس فلسفے میں اور بھی بہت کچھ سمجھنا باقی ہے اور ساتھ ہی یہ دیکھنا باقی ہے کہ مسلمان مفکرین اِس سے کہاں تک متاثر ہوئے۔

حواشی: (۳۰) ملفوظات حکیم الامت: جلد۹ ص ۱۳۹۔ (۳۱) یہ کتاب فیض اشرف جلال آباد ۱۴۰۵ھ - سے شائع ہوئی اور اب اِس کا نیا ایڈیشن دیگر مطبع کا شائع کردہ سہارن پور کے کتب خانوں میں دستیاب ہے۔ اِس کتاب کے ایسے اہم امور جو بیان القرآن کے بعض مضامین کے لیے دخلِ مقدر (پوشیدہ اعتراض) کا درجہ رکھتے ہیں اور بیان القرآن کی توسیعی عبارتیں اور تفسیری فوائد کی حیثیت اُن کے جواب کی ہے، ایسے امور کی تفہیم و توضیح راقم الحروف نے اپنی کتاب ''الامام محمد قاسم النانوتوی کی فکر اور بدلتے حالات میں مدارس کی ترجیحات'' میں کر دی ہے۔ ملاحظہ ہو: ص ۱۲۵ تا ۱۳۰۔

(جاری......)

File E:\000 MY JOBS\Akkalkuwa Jobs\shahra-e-ilm\APRIL 2015\even page 01.jpg not found.

تیسری قسط: ۵ ذی الحجہ ۱۴۴۰=۶/اگست ۲۰۱۹ **تیسری قسط:** (حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تفسیر)

بیان القرآن کا مطالعہ

مولانا حکیم فخرالاسلام

۳: سائنس کی رعایت میں:

الف: دل تنگ ہو کر ماننا:

آیت ''**و حفظا**'' (حم سجدہ: ع۲)۔ تفسیر نذیر **(ف ا)** ''یہ معاملہ (یعنی شہاب سے شیاطین کا مارنا) داخل اَسرار الٰہی ہے جن کو خدا نے کسی مصلحت سے ہم پر ظاہر نہیں فرمایا۔''

استدراکِ حکیم الامت:-''اگر اِس میں کوئی اِشکال عقلی یا نقلی باقی رہتا، تو بیشک اِس اعتبار سے داخلِ اَسرار ہوتا اور جب اللہ تعالی نے اپنے کلام میں اظہار فرمادیا اور کوئی اِشکال بھی اس پر وارد نہیں، پھر اسرار میں کہاں رہا؟ اور اگر باعتبار تفصیلی کیفیت کے اسرار میں داخل کیا جائے تو اس کی کیا تخصیص ہے معمولی معلومات بھی اِس حیثیت سے اَسرار ہی ہیں۔ سورۂ حجر کے رکوع ۲/ (جس کا ذکر آگے آرہا ہے) میں جو عرض کیا گیا ہے اُس کو ملاحظہ فرمایا جائے یہ کیا ضروری ہے کہ جس امر تک ظاہر پرستوں کی نظر نہ پہونچتی ہو اس کو دل تنگ ہو کر مانیں۔'' (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص۲۹)

ب: عاجزانہ دب کر ماننا:

آیت ''**فاتبعه شهاب مبين**'' (سورۂ حجر: ع۲)۔ تفسیر نذیر **(ف ا)**: ''جب کوئی شیطان فرشتوں کی گفتگو سننے لگتا ہے شہاب پھینک کر اُس کو ہٹا دیتے ہیں۔ یہ معاملات ہم لوگوں کی فہم سے باہر ہیں اور ہم کو اِن میں زیادہ کاوش کرنے کی ضرورت نہیں جو بات قرآن کے الفاظ سے سمجھ میں آتی ہے اُس کو کان دبا کر سن لینا اور دل سے یقین کر لینا مسلمان کا کام ہے۔''

استدراکِ حکیم الامت:- ''فہم سے باہر ہونے کا اگر یہ مطلب ہے کہ اُس کی مفصل کیفیت اور علم معلوم نہیں، تو مسلم ہے؛ مگر (اِس باب میں) اس (شہاب پھینک کر مارنے ہی) کی کیا تخصیص ہے؟ جو اشیاء کہ ہر وقت ہمارے استعمال میں ہیں اُن کے حقائق کا احاطہ ہم کو کب حاصل ہے؟ ہم کو قوتِ مقناطیسی اور اُس کے عجیب وغریب آثار کی حقیقت کب معلوم ہے؟ مگر اِن چیزوں کے وجود کے تسلیم کرنے میں یہ نہیں کہا جاتا کہ ''کان دبا کر سن لینا اور دل سے یقین کر لینا عاقل کا کام ہے''۔ حالاں کہ یہ سب امور اور شہاب اور اَمثال اس کے (شہاب جیسی چیزیں) اِس معنی (تفصیلی کیفیت نہ معلوم ہونے کے باب میں) متساوی الاقدام (سب برابر) ہیں۔ اور اگر یہ مطلب ہے کہ اس کے بننے میں کوئی عقلی یا نقلی اشکال ہے تو اس اشکال کی تعیین اور محققین سے اس کا رفع کرنا

File E:\000 MY JOBS\Akkalkuwa Jobs\shahra-e-ilm\APRIL 2015\odd page 01.jpg not found.

چاہئے تھا۔ ورنہ اس طرح عاجزانہ دب کر ماننے میں مخالفین کو اعتراض اور موافقین کو تردد و خلجان پیدا ہونے کا موقع ملے گا۔ البتہ تشابہات قرآنی جن کا ظاہر پر عمل کرنا بدلائل عقلی و نقلی مشکل ہے اُن کو اجمالاً مان لینا فرض ہے۔ اور جب یہاں کوئی اشکال نہیں پھر ایسی مجبوری کی بات کیوں کہی جائے اس میں تو اپنے اوپر الزام لینا ہے۔ ع

ہم الزام اُن کو دیتے تھے مگر خود ہوگئے ملزم (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۲۰)

ج: کسی بشر کا اتنی بلندی پر جانا جہاں ہوا نہ ہو:

آیت ''سبحان الذی'' الخ (سورۂ بنی اسرائیل: ع ۱)۔ تفسیر نذیر (ف ۱): مکہ سے راتوں رات بیت المقدس پہنچنا تو متفق علیہ ہے مگر مفسرین نے بڑے بڑے اختلاف کئے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ روحانی جیسے خواب، کوئی کہتا ہے جسمانی، کوئی کہتا ہے کہ صرف ایک بار، کوئی کہتا ہے کئی بار، کوئی کہتا ہے صرف بیت المقدس تک، اکثر کہتے ہیں پہلے بیت المقدس تک پھر آسمان تک۔ ''(سورۂ بنی اسرائیل)

استدراکِ حکیم الامت:- جس امر میں اختلاف ہو اس میں اختلاف کا نقل کرنا مضائقہ نہیں لیکن اگر ان اختلافات میں سے کسی خاص قول کو ترجیح ہو تو اس کا اظہار بھی تو ضروری ہے تا کہ ناواقف کو شبہ تساوی اقوال کا واقع نہ ہو۔ جیسا کہ اس مقام پر دوسرے مفسرین نے کیا ہے کہ تصریحاً لکھ دیا ہے کہ معراج جسمانی تھی۔ اور اس کو دلائل سے ثابت بھی کر دیا۔ اسی طرح بیت المقدس تک پہونچنے کو متفق علیہ کہنے سے یہ شبہ پڑتا ہے کہ معراج آسمانی کا مضمون بھی اختلاف کی گنجائش رکھتا ہے حالاں کہ احادیث صریحہ وصحیحہ بروایات متعددہ اس میں وارد ہیں ایسی حالت میں اختلاف کب قبول ہوسکتا ہے؟ غرض ایسے عنوان سے اختلاف نقل کیا گیا ہے کہ ہر شخص جس احتمال کو قبول کر لے اُس کی اجازت نکلتی ہے جن میں بعض احتمالات سے حدیث کی تکذیب بھی لازم آتی ہے۔'' (اصلاح ترجمہ دہلویہ: ص ۲۱)

۴: ظاہر معنی سے عدول کی راہ تلاشنا:

الف: آیت ''فی کتاب مبین'' (نمل: ع ۶) ۔تفسیر نذیر (ف ۲): ''لوح محفوظ سے مراد علم الٰہی ہے اور لفظوں پر جاؤ تو وہ ایک تختی ہے۔ الخ۔''

استدراکِ حکیم الامت:- ''اِس سے معلوم ہوا کہ معنی راجح تو علم الٰہی کے ہیں اور تختی مراد ہونا مرجوح اور لفظ پرستی ہے۔ حالاں کہ بحسب قاعدہ مذکورہ چند بار (اُس قاعدہ کی رو سے جس کا اِعادہ کئی بار ہو چکا ہے)- کہ جب تک حقیقی معنی بن سکیں مجاز کی طرف رجوع جائز نہیں- ترجیح اسی تختی کے معنی کو ہے اور روایت سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ اور علم الٰہی پر لوح کا اِطلاق بلا اذنِ شرعی جائز بھی نہیں۔ اس لیے یہ تفسیر صحیح نہیں۔ سورۂ حجر رکوع ۲ ر آیت ''فاتبعه شهاب مبين'' کے متعلق جو عرض کیا ہے اس کو یہاں بھی ملاحظہ فرمالیا جائے۔ (اصلاح ترجمۂ دہلویہ: ص ۲۵)

File E:\000 MY JOBS\Akkalkuwa Jobs\shahra-e-ilm\APRIL 2015\even page 01.jpg not found.

ب: آیت ''عند سدرة المنتهىٰ'' (نجم: ع ۱)۔ تفسیر نذیر (ف ۱): ''سدرة المنتهى' وہ بیری کا درخت ہے جو ساتویں آسمان پر ہے۔ الخ۔'': ''یہ ساری باتیں داخل اسرار الٰہی ہیں فہم بشر سے خارج۔''

استدراکِ حکیم الامت: - جب قرآن مجید میں ایک چیز کی خبر صاف صاف لفظوں میں دی جائے اور اُس میں کسی قسم کا اشکال نہ ہونے کی وجہ سے کسی تاویل کی ضرورت نہیں، پھر اس کو داخل اسرار کہنا کس وجہ سے صحیح ہوگا؟ شہاب کی بحث میں دوجگہ جو کچھ عرض کیا گیا وہ یہاں بھی معروض ہے اس عبارت سے خواہ مخواہ شبہ پڑتا ہے کہ غالباً یہ امور محتاجِ تاویل ہیں۔'' (اصلاح ترجمۂ دہلویہ: ص ۳۰، ۳۱)

ج: منصوص واقعہ کا اظہار موہمِ شک عنوان سے:

آیت ''اخرجنا لهم دابة من الارض'' (نمل: ع ۶) تفسیر نذیر (ف ۲): ''یہ ایک پیشین گوئی ہے کہ اِس کی تصدیق اس کے وقوع ہی سے ہوسکتی ہے اور خدا کی قدرت کے سامنے تو کوئی چیز عجیب نہیں۔ خدا کی باتیں خدا ہی جانے، مسلمانوں کا کام یہ ہے کہ جو فرمایا بے چون و چرا تسلیم کرلیا۔''

استدراکِ حکیم الامت: - جن چیزوں کے وقوع کی خبر وحی سے دی گئی ہے قبل وقوع کے بھی اُس کی تصدیق فرض ہے۔ پس یہ کہنا صحیح نہیں کہ ''اس کی تصدیق اس کے وقوع ہی سے ہوسکتی ہے۔'' وقوع کے وقت تصدیق کر لینا تو کچھ بھی کمال نہیں، اُس وقت تو موافق ومخالف سب مان ہی لیں گے۔ اور اُس کے وقوع میں کوئی اِشکال عقلی بھی نہیں جس کو عقل نہ قبول کرتی ہو، ورنہ اُس اِستحالے کا بیان کرنا چاہئے۔ (کیوں کہ کسی شی کا وقوع محال ہونے کی صورت میں ہی عقلی اِشکال ہوسکتا ہے۔)۔ پس جب عقلاً ممکن اور نقلاً ضروری الوقوع ہے (دوسری طرف عقل کا فیصلہ اِس باب میں یہ ہے کہ جو واقعہ عقلاً ممکن ہو اور نقل صحیح اُس کے وقوع کی خبر دے، تو اُس کے وقوع کا قائل ہو نا ضروری ہے۔ دیکھیے: الانتباہات المفیدۃ ص ۱۴ کتب خانہ امداد الغربا ۱۴۴۰=۲۰۱۹)، تو پھر ایسے عنوان سے ماننا جو کہ موہمِ شک ہے- جیسا کہ عبارتِ مذکورہ کے سیاق سے مترشح ہے- بلا وجہ ہے۔ (اصلاح ترجمۂ دہلویہ: ص ۲۴، ۲۵)

د: الحاد فی الاسماء لباسِ مجاز میں: رکوع ۱ آیت ''وكان عرشه على الماء'' الخ (سورۂ ہود: ع ۱)۔ ترجمہ نذیر: ''اور اس وقت اس کا تخت (کبریائی) پانی پر تھا۔ تفسیر نذیر (ف ۱): ''مطلب یہ ہے کہ پانی پر جلوہ فرما تھا۔ جلوہ فرما ہونا تو معلوم اور اُس کی کیفیت معلوم نہیں۔''

File E:\000 MY JOBS\Akkalkuwa Jobs\shahra-e-ilm\APRIL 2015\odd page 01.jpg not found.

استدراکِ حکیم الامت:- :"مترجم صاحب آیت میں مجاز کے قائل ہوئے ہیں عرش کے پانی پر ہونے سے خود اپنا پانی پر ہونا مراد ہے۔اسی لیے ترجمے میں لفظ"کبریائی" بڑھایا گیا۔اور بضرورت رفع اِشکالِ مشہورہ حاشیہ بڑھانا پڑا جس سے اُس کے مجاز لینے کا پورا یقین ہوگیا۔حالاں کہ اصول میں مقرر ہو چکا ہے کہ جب تک معنی حقیقی متعذر نہ ہوں معنی مجازی کا ارادہ جائز نہیں ہے۔اور یہاں معاملہ بالعکس ہے کہ مجازی معنی میں تو یہ عذر ہے جس کا جواب دینے کے لیے حاشیہ لکھنا پڑا کہ"جلوہ فرمانا تو معلوم اور کیفیت معلوم نہیں۔"اور حقیقی معنی میں یہ تعذر نہیں کہ ایک جسم کا فوق ہونا دوسرے جسم سے خواہ بالوصل ہو خواہ بالفصل نقلاً وعقلاً مستحیل (محال) نہیں۔ایسی حالت میں حقیقت کو چھوڑ کر مجاز لینا کیوں کر صحیح ہوگا؟ خصوصاً جہاں ذات وصفات میں ایک امر غیر ثابت کا اعتقاد لازم آتا ہو۔کیوں کہ کسی نص سے خود حضرت حق جل وعلیٰ شانہ کا پانی پر جلوہ فرمانا مذکور نہیں۔سو ذات پاک پر اپنی رائے سے ایک حکم لگانا یہ الحاد فی الاسماء ہے جس سے توبہ کرنا واجب ہے۔" (اصلاح ترجمۂ دہلویہ: ص۱۸)

ہ: کلام کو مجاز پر محمول کرنا:

آیت"**وسخر لکم الشمس والقمر دائبین** "الخ (ابراہیم:ع۵)۔ترجمہ نذیر:"اِس طرح ایک اعتبار سے سورج اور چاند کو تمہارے اختیار میں کر دیا۔"

استدراکِ حکیم الامت:-" پس اِس صورت میں کلام مجاز ہوا، حالاں کہ اِس کی کوئی حاجت نہیں۔حقیقی معنی رکھ کر یوں ترجمہ کر سکتے ہیں اور تمہارے کام میں لگایا سورج چاند کو۔الخ۔جیسا کہ شاہ عبدالقادر صاحب نے کیا ہے مجاز ماننا اور پھر اس میں تکلف کرنا محض امر زائد ہے۔" (اصلاح ترجمۂ دہلویہ: ص۱۹)

۵: مغربی رجحان کی حمایت:

الف: عمل شرعی سے بھی مقصود تمدنی ترقی:

آیت "**فمن تعجل فی یومین**" الخ (بقرہ:۲۵)۔**تفسیر نذیر (ف۲)**:"اللہ تعالیٰ نے جمار کو اسلام میں بھی توڑ نا نہیں چاہا کہ خرید و فروخت کے دن میں۔" الخ۔

استدراکِ حکیم الامت:-"قیامِ منیٰ کی اصل غرض اِس مصلحتِ دنیوی کو قرار دینا بلا دلیل، بل کہ خلاف دلیل ہے-ورنہ (اگر تجارت اصل غرض ہوتی ،تو۔ف) رمیٔ جمار(-جو ذکر اللہ کے ضمن میں مطلوب ہے-ف) اِس میں مشروع نہ ہوتا کہ اِس کو غرض مذکور (تجارت۔ف) میں کوئی دخل نہیں-؛ بل کہ اصلی مقصود ذکر اللہ ہے قولاً اور عملاً جس میں رمیٔ جمار بھی داخل ہے جیسا کہ آیت قرآنی" **فاذکرو الله کذکر کم** "اور حدیث ابن عباس سے جس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے معلوم ہوتا ہے۔اور اجازت ہو جانا تجارت کی اور بات ہے۔اِس سے اُس کا غایتِ اصلی ہونا لازم نہیں آتا۔" (اصلاح ترجمۂ دہلویہ: ص۴)

File E:\000 MY JOBS\Akkalkuwa Jobs\shahra-e-ilm\APRIL 2015\even page 01.jpg not found.

ب: مغربی قواعدِ تمدن کے سامنے معذرت خواہی:

آیت ''قل ان کان آباء کم و ابناء کم'' الخ (براءۃ:۳) ۔تفسیر نذیر**(ف ۱)**: ''اس آیت میں شروع شروع کے مسلمانوں کے لیے بڑی سختی ہے۔ایک حساب سے اُن کو بالکل علائق دنیا کے ترک کرنے کا حکم دیا گیا ہے؛لیکن اگر ایسا نہ کیا جاتا تو مسلمانوں کی جماعت بھی قائم نہ ہوتی۔ الخ۔''

استدراکِ حکیم الامت:۔''جس حالت میں غلبۂ حب الٰہی کا وجوب جا بجا نصوص شرعیہ واحادیث نبویہ میں صریح الفاظ سے مامور بہ دائمی ہے، تو ایک عارضی امر کو اُس کا مبنیٰ بنانا کس طرح ہوسکتا ہے؟ کہ ''اگر ایسا نہ کیا جاتا تو مسلمانوں کی جماعت قائم نہ ہوتی''۔ اِس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جہاں جماعت قائم ہو چکی ہو یا جب ان کی (جماعت۔ف) قائم ہو چکی ہوگی، اُس وقت اِس آیت کا حکم منسوخ کیا جائے گا لرفع المعلول برفع العلۃ۔ حالاں کہ یہ حکم اب بھی باقی ہے جیسا کہ احادیث میں موجود ہے۔ اور خود اس آیت میں بھی اگر غور کیا جائے، تو معلوم ہوسکتا ہے۔ کیوں کہ علائق کو قطع کرنے کے لیے نہیں فرمایا بل کہ احبیت پر ملامت کی گئی ہے۔ پس مبنی صحیح اس کا وہی اللہ ورسول کی محبت کا غلبہ ہے۔ پس جب کہ غلبۂ حب الٰہی اب بھی فرض ہے، تو اِس میں شروع شروع کے مسلمانوں کی کیا تخصیص ہے؟ کیا یہ حکم اب باقی نہیں اور اس میں سختی کی کیا بات ہے؟ حکم شرع تو ایک بھی ایسا نہیں جس میں بڑی سختی ہو۔ ایسا خیال خود نصوص شرعیہ کے خلاف ہے۔'' (اصلاح ترجمۂ دہلویہ:ص۱۷)

ج: اہلِ مغرب کے اعتراض کے سامنے معذرت خواہی:

آیت ''اشداء علی الکفار'' (فتح:ع۴) ۔ترجمۂ نذیر: ''کافروں کے حق میں (تو اُن کی ایذاؤں سے بچنے کے لیے) بڑے سخت ہیں۔''

استدراکِ حکیم الامت:۔''جب حب فی اللہ اور بغض فی اللہ فرض ہے تو مبغوضین عند اللہ سے بغض رکھنا نہ صرف اس وجہ سے ہے کہ وہ ایذا پہنچاتے ہیں؛ بل کہ اس لیے کہ وہ حق سے بغض رکھتے ہیں پس یہ قید مذکور بین الہلالین کسی طرح صحیح نہیں۔'' (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص۳۰)

د: کفار سے طبعی تنفر سے گریز:

آیت ''عادیتم منھم'' (ممتحنہ:ع۲) ترجمۂ نذیر: ''جس کے ساتھ تمہاری (مذہبی) دشمنی ہے۔''

استدراکِ حکیم الامت:۔''اِس مقدس لفظ (''مذہبی''۔ف) کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اگر منشاء عداوت کا بیان کرنا مقصود ہے تو ظاہر ہی ہے اور اگر یہ مقصود ہے کہ کفار سے طبعی تنفر نہ ہونا چاہئے، تو غلط ہے حب فی اللہ و بغض فی اللہ کی حدیثیں اور جا بجا آیات میں غیظ وغلظت کا اثبات کہاں تک تاویل پذیر ہوگا۔'' (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص۳۲)

File E:\000 MY JOBS\Akkalkuwa Jobs\shahra-e-ilm\APRIL 2015\odd page 01.jpg not found.

ہ: مسئلہ غلامی کا اِبطال:

آیت ''علٰی ما ملکت ایمانھم'' (نحل: ع۱۶) ترجمہ نذیر۔ ''اپنے زیر دستوں یعنی نوکروں اور غلاموں۔الخ۔ ''

استدراکِ حکیم الامت:- ''اِس ترجمہ کا اور پھر یعنی کے ساتھ جو تفسیر کی ہے اُس کا یہ حاصل نکلا کہ ''ما ملکت ایمانھم'' کے معنی خاص غلام نہیں، بل کہ مطلق محکوم کو کہتے ہیں خواہ غلام ہو خواہ نوکر۔ تو جو لوگ اس زمانہ میں مسئلہ غلامی کو شریعت سے خارج کرنا چاہتے ہیں اور اہل حق ان الفاظ سے اُن کی مشروعیت پر استدلال کیا کرتے ہیں وہ اس ترجمہ سے (اہلِ حق کے) اُن دلائل کا جواب دے سکیں گے گو وہ جواب مردود ہوگا۔ اور فی نفسہ بھی ما ملکت شرعاً یا لغۃً عام نہیں ہے؛ بل کہ خاص ہے مملوک کے ساتھ۔ بخلاف نوکر کے کہ وہ آزاد ہوتا ہے اور مقابل اور قسیم مملوک کا پس اس ترجمہ میں قسیم کا قسم ہونا لازم آتا ہے جو کہ عقلاً بھی محال ہے۔ اس لیے ترجمے میں صرف غلام لونڈی لکھنا چاہیے۔'' (اصلاح ترجمۂ دہلویہ: ص۲۱)

و: امرِ منصوص کے باطل ہونے کا ایہام:

آیت ''ما کان محمد ابا احد'' (احزاب: رکوع ۵) الخ۔ تفسیر نذیر (ف۱): ''اور اس وقت دستور تھا اور اب تک بھی ہے کہ بچوں کو زبردستی پکڑ کر لے جاتے ہیں اور غلام بنا لیتے ہیں۔''

استدراکِ حکیم الامت:- ''یہ تو ظاہر ہے کہ وہ اُس وقت کا دستور محض ظلم تھا اِس کے بعد یہ لکھنا کہ ''اب تک بھی یہی ہے''۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ برابر یہ دستور باطل اُس وقت سے اب تک چلا آرہا ہے۔ موہم اِس امر کا ہے کہ استرقاق ہمیشہ بالباطل جاری رہا جس سے ایک امر منصوص کا اِبطال لازم آتا ہے۔ اور اگر یہ مقصود نہیں، تو یا تو اس عبارت کی ضرورت نہ تھی کہ ''اب تک یہی ہے'' اور یا اِس کے ساتھ ایسی قید ہونا چاہئے تھی جس سے یہ ایہام نہ ہوتا خصوصاً اِس زمانے میں کہ مبطلینِ استرقاق بکثرت موجود ہیں۔'' (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص۲۷)

ز: تفسیر جس سے بد مذہب لوگوں کو تقویت ہو:

آیت ''یاایھاالنبی لم تحرم ''ا(تحریم: ع۱) لخ۔ تفسیر نذیر (ف۱): ''اُن کے خانہ داری کے معاملات کو دین سے کچھ تعلق نہیں۔''

File E:\000 MY JOBS\Akkalkuwa Jobs\shahra-e-ilm\APRIL 2015\even page 01.jpg not found.

استدراکِ حکیم الامت:۔"جس چیز کو دین سے تعلق نہ ہو اس کو بے دینی سے تعلق ہوگا۔ خدا جانے اس کلام کے کیا معنی ہیں؟ بل کہ (اصل بات یہ ہے کہ) یہ دین ایسا وسیع اور محیط ہے کہ دنیا میں کسی امتی کا کوئی فعل ایسا نہیں جس کو دین سے کچھ تعلق نہ ہو۔ حلت وحرمت کا تعلق تو عام لفظ ہے اور اگر تعلق سے مراد تعلقِ انطباق ہو، تب بھی نبی کے فعل میں تو اِس (تعلقِ دین) کے عدم کا احتمال نہیں ہوسکتا۔ جب نبی ہی کو جواز وناجواز سے بحث نہ ہو، پھر اور لوگ کیوں مکلّف ہوں گے؟ اس (مذکورہ تفسیر) سے تو بد مذہب لوگوں کو خوب تقویت پہونچے گی جو کہتے ہیں کہ معاملات دنیا میں شریعت کو کوئی دخل نہیں وہ ہماری رائے پر ہے جس طرح چاہیں کیا کریں جس کا غلط ہونا محتاج بیان نہیں جابجا احکام نکاح وطلاق وبیع وشرا کی نصوص میں مذکور ہیں۔" (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص۳۳)

۶: نسخ اور اِجماع سے بے اِلتفاتی اور ضروریاتِ دین میں دست اندازی:

آیت "**وان تصوموا خیرلکم**" الخ (بقرہ: ع۲۳)۔ تفسیر نذیر (**ف۱**): "مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک مسلمان کو فرضی روزہ رکھنا چاہیے؛ مگر بیمار اور مسافر کو رخصت ہے کہ رمضان میں روزہ نہ رکھے، بعد کو قضا رکھ لے۔ اور مقدور والا ہو تو قضا بھی رکھے، بل کہ روزے کے پیچھے ایک محتاج کا پیٹ بھر دے۔ تو **نور علی نور** کہ روزے کے بدلے روزہ ہوا اور فضیلت جو فوت ہوگئی تھی اُس کی تلافی کے لیے محتاج کا پیٹ بھر دیا۔ اگر چہ مقدور والوں کو قضا کے بدلے فدیہ دینے کا اختیار دیا گیا ہے؛ مگر ان کو بھی روزہ رکھنا چاہیے تا کہ لوگ روزہ سے بچنے کے لیے بہانہ نہ ڈھونڈیں۔"

استدراکِ حکیم الامت:۔"یہ آیت باجماعِ علماء مجتہدینِ امت یا منسوخ ہے یا مؤول۔ یہ کسی کا مذہب ثابت نہیں کہ ظاہر معنی پر محمول کر کے اِس کا حکم باقی رکھا جائے، جیسا کہ مترجم صاحب نے فرمایا ہے۔ چوں کہ اجماع حجت قطعیہ ہے، اس لیے اس کی مخالفت حرام وبدعت ہے۔ اور ہرگز اس حاشیہ پر عمل کرنا جائز نہیں۔ حالتِ سفر یا مرض میں جو روزہ ناغہ ہوگا، حالتِ قیام وصحت میں اُس کی قضا رکھنا فرض ہے۔ بجائے روزہ کے محتاج کا پیٹ بھر دینا ہرگز کافی اور درست نہیں۔ اِس مقام پر ضروریاتِ دین اور مذہبی احکام میں دست اندازی کی گئی ہے جس سے توبہ کرنا فرض ہے۔" (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص۴)

۷: اِنکارِ اِجماع کے پردہ میں احکام شرع میں کمی، زیادتی کا رجحان:

آیت "**الا ما ظهر منها**" (سورۂ نور: ع۴) تفسیر نذیر (**ف۱**): "لیکن اصلی بات یہ ہے کہ ہر ایک کے لیے "**ما ظهر**" کا معیار جداگانہ ہے۔ ہر ایک عورت آپ اپنے لیے تجویز کر لے کہ پاس شرم وحیا کے ساتھ دنیا کے کاروبار کے لیے اس کی کون سی چیز بہ مجبوری کھلی رہنی ضروری ہے۔"

استدراکِ حکیم الامت:۔"چوں کہ اجماع کا احکام میں حجت ہونا ثابت ہے اور یہ تفویض ہر عورت کی رائے پر اجماع کے خلاف ہے، اس لیے یہ غلط ہے جس سے احکام شرعیہ میں کمی بیشی لازم آتی ہے جو جائز نہیں۔" (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص۲۳)

File E:\000 MY JOBS\Akkalkuwa Jobs\shahra-e-ilm\APRIL 2015\odd page 01.jpg not found.

آیت ''ان یضعن ثیابھن'' (سورۂ نور:ع۸) ترجمۂ نذیر: ''اگر اپنے کپڑے دوپٹے وغیرہ اتار کر رکھا کریں۔''

استدراکِ حکیم الامت: -''چوں کہ سر کا ڈھانکنا بالا جماع عورت پر واجب ہے اور ہمارے ملک میں سر کا پردہ دوپٹے ہی سے ہوتا ہے اس لیے اس ترجمہ سے سر برہنگی کے جواز کا شبہہ؛ بل کہ یقین ہوتا ہے؛ بلکہ مراد ثیاب سے اوپر کا کپڑا ہے جو- علاوہ سر بند کے- اوڑھنے کی عادت تھی کہ اُس کے اتارنے سے سر نہیں کھلتا ۔چناں چہ عرب میں اب بھی معمول ہے۔اور اگر کوئی قول شاذ اِس اجماع کے خلاف پایا جائے وہ قادحِ اجماع نہیں ہوسکتا، **کما ھو مقرر فی الاصول**۔'' (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص۲۳)

۸: ترجمہ ہی غلط:

آیت ''**ولو علم اللہ فیھم خیرا لاسمعھم ولو اسمعھم لتولوا وھم معرضون**'' (انفال:ع۳) ترجمۂ نذیر: ''اور اگر اللہ اُن میں کچھ بھی بہتری پاتا تو اُن کو سننے کی قابلیت بھی دیتا تاہم یہ بدی ہوئی بات ہے کہ یہ لوگ منھ پھیر پھیر کر الٹے بھاگتے۔''

استدراکِ حکیم الامت: -''یہ مقدمہ عقلیہ مسلمہ بھی ہے کہ لازم کا لازم، لازم ہوتا ہے اور ترجمہ مذکور کے اعتبار سے تولی کا ترتب ہے اِسماع پر۔ اور اِسماع مرتب ہے علم خیر پر تو مقدمہ مذکورہ کی بنا پر تولی کا ترتب علم خیر پر لازم آیا۔ جس کا حاصل یہ ہوا کہ اگر اللہ تعالیٰ اُن میں بہتری پاتا تو بھی ''یہ لوگ منھ پھیر پھیر کر الٹے بھاگتے۔'' حالاں کہ یہ بالکل خلاف واقع بل کہ محال ہے۔ یہ کب ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں جس کے لیے خیر ثابت ہو اور پھر اس سے اتنے بڑے شر کا صدور ہو۔ یہ خرابی جملہ ثانی کے غلط ترجمہ ہونے سے لازم آتی ہے۔ صحیح ترجمہ وہ ہے جو دوسرے محققین نے اختیار کیا ہے ''اور جو اُن کو اب سنا دے تو الٹے بھاگیں''؛ جس کا حاصل یہ ہوا کہ اگر عدم علم خیر کی حالت میں سنا دے تو اعراض ہی کریں چناں چہ عام مفسرین نے مختلف عبارتوں میں اسی مطلب کو لکھا ہے۔ غرض یہ کہ جملہ اولیٰ میں اِسماع اور ہے اور جملہ ثانیہ میں اور ہے۔ پہلا علم خیر کی حالت میں ہے اور دوسرا عدم علم خیر کی صورت میں، اِس (توجیہ) میں کوئی اشکال نہیں۔ اور مترجم صاحب کی عبارت ترجمہ کی اس توجیہ کی متحمل اور محتمل نہیں ہوسکتی ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔'' (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ۱۵،۱۶)

۹: عقلی قاعدے کی خلاف ورزی:

آیت ''**قال رب اجعل لی آیۃ (الی) الا تکلم الناس ثلثۃ ایام**۔ (آل عمران:ع۴) ترجمۂ نذیر: ''(یعنی روزہ رکھنا)۔'' تفسیر نذیر (**وفی ف ا**): ''چناں چہ زکریا علیہ السلام نے پے در پے تین روزے رکھے۔''

File E:\000 MY JOBS\Akkalkuwa Jobs\shahra-e-ilm\APRIL 2015\even page 01.jpg not found.

استدراکِ حکیم الامت:- ''حضرت زکریا علیہ السلام کا اِس واقعہ میں روزے رکھنا کہیں نظر سے نہیں گذرا۔ اور اگر عدم کلام مع الناس سے استدلال کیا جائے تو صحیح نہیں کیوں کہ صوم کو عدم کلام لازم تھا، عدم کلام کو صوم لازم نہیں۔ اور لازم عام سے وجود ملزوم پر استدلال کرنا غلط ہے۔'' (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ۷)

اِس اصول کو اِس طرح سمجھیے کہ مثلاً روشنی ایک لازم عام ہے۔ آفتاب، ٹیوب لائٹ، آگ ہر ایک سے روشنی ظاہر ہوتی ہے۔ اِن سب کے لیے روشنی لازم ہے۔ جب روشی تینوں چیزوں کے لیے مثلاً لازم ہے اور تینوں چیزیں اُس کے لیے ملزوم ہیں، تو ایسی صورت میں اگر کسی جگہ روشنی معلوم ہو، اور یہ نہ معلوم ہو کہ یہ روشنی کس چیز سے پیدا ہوئی ہے، تو یہ فیصلہ نہیں کر سکتے کہ آگ ہی سے پیدا ہوئی ہے؛ بلکہ ممکن ہے کہ آفتاب کے نکلنے سے ظاہر ہوئی ہو۔ کیوں کہ آگ کے لیے تو روشنی لازم ہے؛ لیکن روشنی کے لیے آگ لازم نہیں۔ اب یہ قاعدہ سمجھ میں آ گیا کہ لازم عام سے کسی ملزوم خاص کے وجود پر استدلال کرنا درست نہیں۔

۱۰: حکمت اور علت کی تلاش میں غلطی:

آیت ''**اذ تصعدون**'' الخ (آل عمران: ع۱۶) - ترجمۂ نذیر (ف۱): ''ابتدائی حالت میں مسلمانوں کا بے دل ہونا آئندہ کامیابیوں میں خلل انداز رہتا۔''

استدراکِ حکیم الامت:- ''یہ کہنا اُس وقت صحیح ہوتا کہ واقع میں معاف کرنا مرضی کے خلاف تھا؛ مگر اِس ضرورت سے تسلی کرنا مناسب ہوا۔'' (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ۸)

۱۱: قیاس کے سہارے منصوص میں تصرف:

آیت ''**یایھاالذین اٰمنو الاتحلو اشعائر اللہ**'' (مائدہ: ع۱) حاشیہ ف۔ قول نذیر:- ''حاجیوں کو جو شکار کی ممانعت کی گئی ہے سو مصلحت یہی معلوم ہوتی ہے کہ ملک میں سرسبزی اور آبادی ہو اور ملک عرب کو اِس کی سخت ضرورت تھی اور ہے۔''

استدراکِ حکیم الامت:- ''اِس مصلحت کا قیاسی ہونا خود مترجم صاحب کے اعتراف سے ثابت ہے چناں چہ لفظ (معلوم ہوتی ہے) اس پر دلالت کرتا ہے۔ اور چوں کہ یہ قیاس نصوص شرعیہ کے خلاف ہے اس لیے غیر صحیح ہے جیسا کہ اصل میں (شریعت کے اصول اربعہ میں سے چوتھی اصل قیاس میں) مقرر ہو چکا ہے (کہ قیاس سے غرض غیر منصوص میں علت کا جاری کرنا ہے، نہ کہ تصرف کرنا منصوص میں۔ ف)۔ اور عقل میں بھی یہ

File E:\000 MY JOBS\Akkalkuwa Jobs\shahra-e-ilm\APRIL 2015\odd page 01.jpg not found.

بات آتی ہے کہ جو قیاس اُس نص کے خلاف ہو، وہ غیر منقول ہوتا ہے۔ کیوں کہ نص حکم شارع کا ہے اور قیاس ایک امتی کی رائے۔ سو ایک امتی کی رائے حکم شارع کے مقابلے کب معتبر ہو سکتی ہے۔ وجہ اس کے مخالف ہونے کی یہ ہے کہ یہ نصوص سے ثابت ہے کہ جس طرح حد حرم میں شکار کرنا حرام ہے- گو شکار کرنے والا احرام نہ باندھے ہو- اُسی طرح حالتِ احرام میں بھی شکار کرنا حرام ہے۔- گو حد سے باہر ہی ہو- سو یہ مصلحت اگر قیاسی علت، اُس کی ہوتی، تو چاہیے تھا کہ حالتِ اِحرام میں شکار کرنا - جب کہ حدِ حرم سے باہر ہو اور وہ جانور بھی اس حد کا نہ ہو- جائز ہوتا۔ کیوں کہ اس سے حرم کی سرسبزی اور آبادی میں کوئی خلل نہیں پڑتا۔ اسی طرح چاہئے تھا کہ جو شکار حد حرم کے اندر کا رہنے والا ہو اور وہ اتفاق سے باہر آجائے تو اُس کا شکار کرنا غیر مُحرم کو بھی جائز ہوتا۔ کیوں کہ اس سے آبادئ حرم میں خلل واقع ہوتا ہے۔ حالاں کہ پہلی صورت میں شکار حرام اور دوسری صورت میں حلال ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ مصلحت خلاف نص (ہونے کی وجہ سے) کے باطل ہے۔ علاوہ اس کے ملک عرب میں سرسبزی اور آبادی کی ضرورت ہے تو (دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو) آدمیوں کے لیے (ہے) یا جانوروں کے لیے۔ شق ثانی کا تو احتمال (نہیں) ورنہ دلیل قائم کرنا چاہیے۔ اور شق اول پر جب آدمیوں کو ان سے منتفع ہونے کی اجازت نہ ہوئی تو پھر آدمیوں کے لیے ہونے کی کوئی وجہ ہی نہیں۔ اور اگر (تیسری صورت تجویز کر کے) یہ احتمال نکالا جائے کہ خود سرسبزی (ہی) مقصود ہو۔ نہ آدمیوں کے لیے (مقصود) اور نہ جانوروں کے واسطے۔ تو مترجم صاحب کا قول (کہ ملک عرب کو اس کی سخت ضرورت تھی اور ہے) اس سے آبی ہے۔ کیوں کہ محض سرسبزی جو زینت کے لیے ہو ضروری (ہو)۔ پھر (بھی) سخت ضروری نہیں ۔ اس لیے عقلاً بھی اس مصلحت کا غلط ہونا ثابت ہوا۔ غرض عقلاً ونقلاً وہ قیاس نامقبول ہے۔ اول تو احکام منصوصہ میں علت ڈھونڈنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ اور اگر تتمیم فائدہ کی غرض سے معلوم ہی کرنا ہے، تو اُس کی علت تعظیم حالتِ احرام یا (تعظیمِ) مکانِ احرام کہنا چاہیے جس کی تائید ارشادات قرآن وحدیث سے بھی ہوتی ہے، ہر حکم میں ملکی مصلحت نکالنا کیا ضروری ہے؟ کیا احکام دینیہ صرف دنیوی منافع کے حاصل کرنے کو مشروع ہوئے ہیں؟ اور کیا دین سے ثمرات آخرت کا مقصود ہونا خلاف عقل ہے؟ دوسری کمی اِس میں یہ ہے کہ ممانعتِ شکار میں صرف حاجیوں کی تخصیص کی گئی ہے، حالاں کہ اہل عمرہ کے لیے بھی یہی حکم ہے اور حد حرم میں اور لوگوں کے لیے بھی۔''

(اصلاح ترجمۂ دہلویہ ۱۰،۹)

(جاری......)

بیان القرآن کا مطالعہ

مولانا حکیم فخر الاسلام

۱۲: "فطری مذہب" سے ہم آہنگی کا رجحان:

آیت "ولکل و جهة" الخ (بقرہ:۱۸)-تفسیر نذیر (ف۲): "مسلمان جیسے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کی حالت میں مسلمان تھے ویسے ہی کعبہ کی طرف، ویسے ہی ریل اور کشتی میں ہر طرف۔"

استدراکِ حکیم الامت:- اگر قبلہ کا علم ہوا اور استقبال پر قدرت ہو، تو پھر ریل اور کشتی وغیرہ میں بھی استقبال فرض ہے۔ ہر طرف (رخ کر کے نماز پڑھ لینا) کیسے جائز ہے؟ اور اگر علم یا قدرت نہیں، تو ریل اور کشتی کی کوئی تخصیص نہیں۔ پھر یہ کہ عبارت میں ایسی قید بڑھانا ضروری ہے، جس سے اطلاقِ جواز کا شبہ نہ پڑے۔" (اصلاح ترجمۂ دہلویہ۳)

۱۳: مفاہمت بین المذاہب کا رجحان:

رکوع ار کلمہ "و المنخنقة" (سورۂ مائدہ:ع۱)۔ترجمہ: "اور جو گلا گھٹنے سے مرگیا ہو۔"

استدراکِ حکیم الامت:- ہر چند توجیہ اس کی ہو سکتی ہے؛ مگر ظاہراً اِس سے شبہ پڑتا ہے کہ جو خود گلا گھٹنے سے مرگیا ہو وہ حرام ہے اور جس کا گلا کسی نے گھونٹا ہو اُس کی حرمت سے قرآن ساکت ہو۔ اس شبہ کو تعمیم ترجمہ سے یا مستقل حاشیہ سے اس لیے تصریحاً رفع کرنا ضروری تھا - کہ بعضے لوگ اس زمانہ میں گلا گھونٹی مرغی وغیرہ کو حلال کہتے ہیں- اِس ترجمہ سے اُن (لوگوں) کی تائید کا احتمال ہے جس کا انسداد ایسے موقع پر نقلاً و عقلاً ضروری ہے۔" (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص۱۰)

۱۴: تائید باطل بالحق:

آیت "ماجعل اللہ علی رجل من قلبین فی جوفه" ۔الخ۔ (احزاب:ع۱) تفسیر نذیر (ف۱): "ہم نے اپنی کتاب محصنات کی لوح کے صفحہ پر اس آیت کا حاصل ترجمہ یوں کر دیا ہے۔"

ہم معتقد دعوے باطل نہیں ہوتے
سینے میں کسی شخص کے دو دل نہیں ہوتے

استدراکِ حکیم الامت:- ''چوں کہ اس کتاب کا نتیجۂ مضمون تعددازواج کی مطلق ممانعت ہے گوشوہر عدل واجب بھی کر سکے۔ اور اُس میں آیت '' فان خفتم الاتعدلوا وآیت ولن تستطیعوا ان تعدلوا'' کی تفسیر میں تحریف بھی کی گئی ہے۔''

اِس تحریف کی حقیقت حکیم الامتؒ نے الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ میں اِس طرح ظاہر فرمائی ہے:

''سید احمد نے کہا اور پھر ڈپٹی نذیر احمد نے اِس (شخص) کا اتباع کیا۔ یہ دعوی کیا کہ ایک عورت سے زیادہ نکاح کرنا جائز نہیں۔ اور دلیل یہ پیش کی فَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً۔ (آیت سے استدلال کرتے ہوئے کہا کہ) اس سے معلوم ہوا کہ اگر عدل نہ ہو سکے، تو اُس کے لیے ایک سے زائد نکاح کرنا جائز نہیں۔ (یہ دلیل کا) ایک مقدمہ ہوا۔ دوسرا مقدمہ یہ ہے، وہ دوسری جگہ ہے ''وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ'' اِس سے معلوم ہوا کہ عدل کی قدرت ہی نہیں۔ (ایک عورت سے زیادہ نکاح جائز نہ ہونے کے لیے سر سید اور ڈپٹی نظیر احمد نے یہی دلیل پیش کی ہے۔ اِس کے دو جواب ہیں:) ایک تو موٹا جواب ہے کہ اللہ میاں کو اتنے ہیر پھیر کی ضرورت ہی کیا تھی صاف کہہ دیتے کہ ایک سے زائد نکاح جائز نہیں۔ دوسرا یہ (جواب ہے) کہ چودہ سو برس تک کسی نے اس آیت کو نہ سمجھا حتی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نہ سمجھا آپ ہی نے سمجھا۔ یہ تو موٹی بات تھی (کہ جسے آپ سمجھ گئے، تو حضور ﷺ کیسے نہیں سمجھ پائے؟)۔ باقی حقیقت دلیل کی یہ ہے کہ ایک تو ہے عدل فی المعاملہ اور ایک ہے عدل فی المحبۃ تو ''فَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً'' میں جو ممانعت ہے وہ یہ کہ اگر عدل فی المعاملہ نہ ہو سکے۔ تو ایک سے زائد نکاح نہ کرو۔ اور دوسری آیت میں جو ہے ''وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْا اَنْ تَعْدِلُوْا. الآية'' وہاں مراد عدل فی المحبۃ ہے جب یہ اس کی قدرت میں ہے نہیں تو اس پر دوسرا مقدمہ ملاتا ہوں ''لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا'' کہ عدل فی المحبت کا حکم ہی نہیں وہ غیر اختیاری ہے۔ جب میل ہوگا ایک جانب ہوگا تو فرماتے ہیں ''فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ'' یعنی محبت کی وجہ سے بعض المیل کی تو اجازت ہے جو کہ عدل فی المعاملہ کو مانع نہیں باقی کل المیل نہ ہو جس سے عدل فی المعاملہ بھی نہ ہو سکے۔ آگے فرماتے ہیں ''فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ'' ہا ضمیر محال عنہا کی طرف راجع ہے۔ کہ اس کو بالکل معلقہ چھوڑ دو یہ ''فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ'' صریح قرینہ ہے اس بات کا کہ کل المیل کی ممانعت ہے بعض المیل کی اجازت ہے۔'' (ملفوظات ج ۱۵ ص ۴۷ تا ۴۸)

لیکن نص سے ثابت شدہ اِس مسئلے کو تو ڈپٹی نذیر احمد نے یہ کہہ کر اُڑا دیا کہ ''ہم معتقد دعوے باطل نہیں ہوتے''۔ اور خود اپنے اِنکارِ تعددِ ازواج کے اعتقاد کی - جو درحقیقت باطل عقیدہ ہے - تائید کے لیے کتاب

''محصنات'' کی لوح پر آیت کا ترجمہ لکھ دیا۔ لیکن مضمون کتاب چوں کہ باطل ہے۔ ''اس لیے لوح پر کسی آیت کا ترجمہ لکھنا۔ جس سے حاصل مضمون کتاب کی تائید ہوتی ہو۔ ناجائز اور تائید باطل بالحق ہے۔ نہ وہاں لکھنا جائز تھا اور نہ یہاں اُس کی حکایت جائز ہے کہ خواہ مخواہ موہم صحتِ کتاب ہے۔ دوسرے یہ کہ حاصل ترجمہ آیت کا مصرع ثانی ہے اور مصرع اول جس میں امکانِ عدل کے دعویٰ، باطل ہونے کی طرف اشارہ ہے۔...... اِس آیت کے حاصل سے کوئی علاقہ نہیں رکھتا؛ بل کہ شرع و عقل کے بھی خلاف ہے۔'' (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۲۶، ۲۷)

۱۵: مریدینِ فطرت کے ساتھ ہم آہنگی:

آیت ''وفدیناه بذبح عظیم'' (صافات: ع ۳) تفسیر نذیر (ف ۱): ''اور ہمارا ذہن اس طرف منتقل ہوا کہ شاید بڑی قربانی سے بقر عید کی قربانی مراد ہو کہ یہ بھی سنت ابراہیمی ہے۔ والعلم عنداللہ۔''

استدراکِ حکیم الامت: ۔فدیہ کہتے ہیں ایک شئے کو دے کر دوسری چیز کو چھڑا لینا اور بچا لینا۔ تو بقر عید کی قربانی جو بعد اس واقعے کے مشروع کی گئی فدیہ اسماعیل علیہ السلام کا ہوسکتی ہے اس لیے یہ انتقال ذہنی مخالف قرآن ہونے کی وجہ سے غلط ہے؛ بل کہ صحیح وہی ہے جو اور مفسرین نے کہا ہے کہ کوئی دنبہ ان کی چھری تلے لا کر رکھ دیا گیا اور اسماعیل علیہ السلام اُٹھا لیے گئے۔ پھر یہ کہ ظاہر الفاظ کو چھوڑ کر ایسی بعید توجیہ کی حاجت ہی کیا ہے؟ کہ قرآن مجید میں کسی عجیب قصے کا مذکور ہونا (کیا) کوئی مضائقہ کی بات ہے جو اُس کے بدلنے اور نکالنے کی کوشش کی جائے۔'' (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۲۸)

۱۶: اظہارِ تاسف میں اہلِ باطل کی حمایت:

آیت ''ولما یدخل الایمان فی قلوبکم'' (حجرات: ۲) تفسیر نذیر (ف ۱): ''سخت افسوس ہے کہ آج کل مسلمانوں میں یہ فساد کثرت سے شائع ہوگیا ہے کہ بات بات میں مسلمانوں کو کافر بنا دیتے ہیں۔''

استدراکِ حکیم الامت: ۔''علی الاطلاق افسوس کرنا بے جا ہے جیسے لوگوں کا اس آیت میں مذکور ہے کہ باوجود دعویٰ اسلام کے خود اللہ تعالیٰ نے اُن سے ایمان کی نفی فرمائی جن کی حالت اب بھی ایسی ہوگی کہ زبان سے دعویٰ ایمان کا کریں؛ مگر جو عقائد و اعمال ایمان کے ہیں اُن کا انکار و تحریف کرتے ہوں۔ اِسی فتویٰ الٰہیہ کے اتباع سے اگر ان کے کفر کا فتویٰ دیا جائے تو کیا افسوس کی بات ہے؟ البتہ بلا دلیل شرعی کسی کی تکفیر کرنا ضرور محل تأسف ہے۔ پس اظہار تأسف میں ایسی قید لگانا واجب ہے۔ ورنہ اہل باطل کی طرف داری کا شبہ پڑتا ہے بل کہ عام لفظ میں بالیقین اُن کی حمایت داخل ہوئی جاتی ہے۔'' (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۳۰)

۱۷: تفسیر باعثِ غلط اندازی عوام:

آیت ''یا ایھا النبی اذا طلقتم النساء'' (طلاق: ع ۱) تفسیر نذیر (ف ۱): ''حدیث میں مرد و عورت کو اچھا موقع دیا گیا ہے کہ پھر ملاپ کریں اور مرد اپنی طلاق کو واپس لیں جس کو اصطلاح شرع میں رجوع اور رجعت کہتے ہیں۔''

استدراکِ حکیم الامت:۔ ''چوں کہ رجعت ایک خاص قسم طلاق میں جائز ہے اس لیے علی الاطلاق عدت میں رجعت کے جواز کا حکم کرنا غلط و باعث غلط اندازی عوام ہے۔'' (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۳۲،۳۳)

۱۸: اللہ تعالیٰ نے واقعیات کی قسم کھائی ہے نہ کہ فرضیات کی:

آیت ''والسماء ذات البروج'' (بروج) تفسیر نذیر (ف ۱): ''آسمان کے بارہ حصے کر رکھے ہیں۔ الخ۔''

استدراکِ حکیم الامت:۔ ''یہ حصے اول تو فرضی ہیں اللہ تعالیٰ نے واقعیات کی قسم کھائی ہے نہ کہ فرضیات کی۔ مترجم صاحب کے اقوال وہی لیے جائیں گے جن کو اہل عرب اپنی اطلاقات میں بھی استعمال کرتے ہوں۔ اور کہیں ثابت نہیں کہ عرب میں بروج سے یہ بارہ حصے سمجھتے بولتے ہوں۔ یہ تو یونانیوں کی اصطلاح ہے (لہذا یونانیوں کے اقوال) قرآن مجید میں کس طرح مراد ہو سکتے ہیں؟ بل کہ صحیح معنی بروج کے وہی گنبد ہیں جن کی مترجم صاحب نے نفی فرمائی ہے۔ اور مراد اس سے بڑے بڑے کواکب ہیں جیسا کہ ابن عباس کا قول ہے قرآن مجید میں ان کے ساتھ ''جعل'' بھی متعلق کیا گیا ہے ''جعل فی السماء بروجا'' جس سے ان کا موجود ہونا ثابت ہے (نہ کہ اجزائے تحلیلیہ ہونا اور فرضی ہونا)۔ پس جس تفسیر پر یہ محض فرضی ہوں وہ تفسیر صحیح نہیں ہے۔ اور اس میں کسی مفسر کی تقلید کا عذر نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ ایسے امور میں تقلید صحیح نہیں۔''

(اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۳۴)

۱۹: حدود سے متجاوز تفسیر:

آیت ''وان لنا للآخرۃ والاولیٰ'' (واللیل) تفسیر نذیر (ف ۲): ''تو جو آدمی دنیا کا خواہاں ہوگا اُس کو دنیا دیں گے اور جو آخرت کا خواہاں ہوگا اُس کو آخرت دیں گے اور جو دونوں کا خواہاں ہوگا دونوں دیں گے۔''

استدراکِ حکیم الامت:-''اس آیت میں تو صرف دنیا و آخرت کا مملوک خداوندی ہونا مذکور ہے۔ اُن وعدوں کا کہیں پتہ بھی نہیں (جنہیں تفسیرِ نذیر میں ذکر کیا گیا ہے)۔ اور اگر یوں کہیے کہ غرض اس اِخبار سے یہی ہو، سو اِس میں شرط یہ ہے کہ یہ غرض دوسرے نصوص سے خلاف نہ ہو۔ حالاں کہ غور کرنے سے اس میں دو امر خلاف معلوم ہوتے ہیں۔ ا: ایک یہ کہ طالب دنیا کو دنیا مل جانا ضروری نہیں۔ مشاہدہ اور آیت'' من کان یرید العاجلة عجلناله فیها ما نشاء'' اِس کی دلیل ہے۔ ۲: دوم یہ کہ اِس عبارت سے طالب مجموعہ دنیا و آخرت کی تفضیل طالبِ آخرت پر نکلتی ہے (حالاں کہ) بے انتہا آیات و احادیث اِس کی تکذیب کرتے ہیں۔ اگر آیت حسنہ دارین سے شبہہ ہوتا ہو، تو سمجھ لینا چاہئے کہ دنیا اور چیز ہے اور ''حسنة فی الدنیا'' اور چیز ہے کہ وہ عین دین ہے۔ (جس کی تفسیر اعمالِ صالحہ ہے۔ دیکھیے بیان القرآن: ربنا اٰتنا فی الدنیا کی تفسیر)''

(اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۳۴)

۲۰: بے ضرورت مجازی معنی اختیار کرنا:

آیت ''فی عمد ممددة'' (ہمزہ) ترجمۂ نذیر: ''اور وہ ریگ کے بڑے بڑے ستون کی شکل میں دوزخیوں کو چاروں طرف سے گھیرے ہوگی۔''

استدراکِ حکیم الامت:-''اِس ترجمے میں بلا دلیل دو مجاز ماننے پڑتے ہیں۔ ایک مجاز بالحذف کہ عمد کا مضاف شکل یا صورت محذوف ہوگا دوسرا مجاز فی المفرد کہ آگ بشکل ستون کے ہوگی۔ چوں کہ معنی حقیقی کے تعذر کی کوئی وجہ عقلی و نقلی نہیں اس لیے یہ ترجمہ صحیح نہیں عام مفسرین نے جو معنی لکھے ہیں- کہ جہنم کے اندر یا دروازہ پر بڑے بڑے ستون سچ مچ کے ہوں گے- ظاہر وہی ہے۔'' (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۳۵)

۲۱: لفظی ترجمے سے گریز کی خرابی:

کلمہ ''اکملت و اتممت و رضیت'' (مائدہ: ۱)۔ تفسیر نذیر: ''سب کلمات کے ترجمہ میں ''ہم'' کہا ہے۔''

استدراکِ حکیم الامت:-''اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کے لیے بعض جگہ واحد متکلم کی ضمیر اختیار فرمائی ہے اور بعض جگہ جمع متکلم کی، اور ہر مقام پر جدا جدا نکتہ ہے۔ گو ہم کو بالتفصیل معلوم نہ ہو مگر یہ فرق بالیقین کسی رعایت سے خالی نہیں۔ بس ترجمے میں بھی اس فرق کی رعایت ضروری تھی۔ ورنہ اس نکتے کا ضائع ہونا لازم آئے گا۔ سو ایسا تصرف ایسے محفوظ کلام میں گنجائش نہیں رکھتا۔'' (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۱۰)

۲۲: ترجمے میں اصطلاحِ شرعی کی ترجیح ضروری ہے:

آیت ''نکالا من اللہ'' (مائدہ: ع۶)۔ ترجمۂ نذیر: ''یہ تعزیر اُن کے حق میں خدا کی طرف سے۔''

استدراکِ حکیم الامت: ''قرآن مجید کے ترجمہ میں اصطلاح شرعی کی رعایت زیادہ ضروری ہے بہ نسبت اصطلاح عرفی کے۔ اور ''تعزیر'' باصطلاح شریعت مقابل اور قسم ''حد'' کی ہے، نہ کہ اُس (حد) کے مرادف یا اُس سے عام۔ جیسا کہ عرف میں ہے۔ ایسے ترجمے سے احکام شرعی میں غلط فہمی کا اندیشہ ہے۔ مثلاً جس شخص نے یہ مسئلہ سنا ہو کہ تعزیر میں تخفیف جائز ہے اور پھر اس مقام پر ترجمہ میں لفظ تعزیر دیکھے، تو لا محالہ اس ترجمہ سے جو اِس آیت میں مذکور ہے تخفیف کو جائز سمجھے گا۔ حالاں کہ یہ حدود میں سے ہے جس میں کوئی تخفیف جائز نہیں۔ (اس لیے۔ف) بجائے ''تعزیر'' کے لفظ سزا لکھنا مناسب تھا۔ وہ (سزا۔ف) عام ہے اور کوئی شرعی اصطلاح بھی نہیں۔'' (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص۱۰)

۲۳: شوقِ محاورہ میں درست معنی سے اِنحراف:

آیت ''سمّٰعون للکذب'' (سورۂ مائدہ: ع۶) ترجمہ نذیر: ''جھوٹی جھوٹی باتوں کی کنسوئیاں لیتے پھرتے ہیں۔''

استدراکِ حکیم الامت: ''جھوٹی باتوں سے کس کی باتیں مراد ہیں؟ کافروں کی یا پیغمبر صاحب (علیہ السلام) اور مسلمانوں کی۔ اگر کافروں کی باتیں مراد ہیں، تو واقعی اُن کے جھوٹ ہونے میں تو کوئی اشکال نہیں؛ مگر کنسوئیاں لینا نہیں بنتا۔ کیوں کہ یہ لوگ تو مسلمانوں کی کنسوئیاں لیتے تھے نہ کہ کافروں کی۔ اور وہ (کافر) تو اُن کے بھائی بند ہی تھے، (وہاں۔ف) کنسوئیوں کی حاجت ہی کیا ہوتی۔ علاوہ اِس کے یہ (کافروں کی کنسوئیاں لینا۔ف) واقع بھی نہ تھا۔ اور اگر جناب پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی باتیں مراد ہیں جن کو وہ ٹوہ لگا کر سنتے تھے تو کنسوئیاں لینا تو بن گیا؛ مگر اُن کا جھوٹ ہونا کیا معنی؟ اِس لیے یہ ترجمہ غلط ہے۔ پس ''سمّٰعون'' میں اگر کافروں کی باتیں سننا، مذکور سمجھا جائے، تو کذب سے مراد کافروں کی باتیں ہوں گی اور ترجمہ یوں ہوگا کہ جھوٹی باتوں کے خوب سننے والے ہیں اور اگر یہاں پیغمبر صاحب اور مسلمانوں کے سننے کا ذکر ہے تو کذب مصدر ہوگا اور یوں ترجمہ ہوگا کہ کنسوئیاں لیتے پھرتے ہیں جھوٹ بولنے کی غرض سے۔ اِن دونوں معنوں میں کوئی اشکال نہیں اور مفسرین نے اِن ہی کو اختیار بھی کیا ہے۔'' (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص۱۱)

۲۴: منقول ترجمے پر مدار نہ رکھنے کا نتیجہ:

آیت ''ولیحکم اھل الانجیل'' (سورۂ مائدہ: ع ۷) ترجمۂ نذیر: ''اور اہل انجیل کو (عیسائی سمجھنے کی حیثیت سے) چاہیے (تھا)۔''

استدراکِ حکیم الامت:- '' ولیحکم '' صیغہ امر کا ہے جو موضوع ہے معنی حال و مستقبل کے لیے۔ سو ماضی سے ترجمہ کرنا صحیح نہیں؛ بل کہ اِس کو اپنے معنی پر باقی رکھ کر اور '' قـــلنا'' مقدر مان کر اس کے ترجمہ میں الھلالین ظاہر کر دینا چاہیے تھا۔ جیسا اور مفسرین نے کیا ہے، اس طرح: اور ہم نے عیسائیوں کو حکم دیا کہ انجیل والوں کو اس کے مطابق حکم دینا چاہیے۔'' (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۱۱)

۲۵: طرزِ کہن میں ہی عافیت:

آیت ''لا یضر کم من ضل اذا اھتدیتم '' (سورۂ مائدہ: ع ۱۴): توضیحِ نذیر: ''اس مقام میں صرف ترجمہ پر اکتفا کیا گیا۔''

استدراکِ حکیم الامت:- ''چوں کہ امر بالمعروف بقدر استطاعت واجب ہے اور یہاں اُس کے سقوط کا شبہ بظاہر ہوتا ہے جس سے تعارضِ نصوص کا احتمال ہے۔ (لہذا۔ف) ایسے موقع پر حاشیہ میں ضروری ہے کہ توضیح کر دیا جائے جیسا کہ اور مفسرین نے اِس مقام پر کیا ہے۔ مثال کے لیے صرف حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی توضیح پر اکتفاء کیا جاتا ہے وہ فرماتے ہیں: یعنی اگر شما صلاح کردید و شرط امر بالمعروف بجا آوردید مخالفتِ مخالفان ضرر نمی کند۔'' (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۱۲)

۲۶: محاورہ کے نام پر منقول تفسیر سے اِنحراف:

آیت ''ثم لم تکن فتنتھم'' (سورۂ انعام: ع ۳) ترجمۂ نذیر: ''پھر اس سے بڑھ کر اُن کی فضیحت کیا ہوگی؟''

استدراکِ حکیم الامت:- ''فتنہ بہ معنی فضیحت مستعمل ہونا محتاجِ دلیل ہے۔ عام مفسرین نے فتنہ کی تفسیر کفر یا کذب سے کی ہے شق اول میں مضاف محذوف ہوگا ''ای عاقبتہ کفر ھم'' اور شق ثانی میں ان کا عذر و جواب کاذب مراد ہوگا۔'' (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۱۲)

۲۷: ترجمہ محاورے کے اعتبار سے درست نہیں:

آیت ''حِجْراً محجوراً'' (فرقان: ع ۳) ترجمۂ نذیر: ''فرشتوں کو دیکھ کر کہیں گے دور دفان۔''

استدراکِ حکیم الامت: - لفظ ''دور دفان'' وہاں بولا جاتا ہے جہاں قائل مقول لہ (جس کے لیے لفظ استعمال کر رہا ہے) کو حقیر سمجھتا ہو اور یہاں تو کفار فرشتوں سے ہیبت کھا کر ''حِجْراً محجوراً'' کہیں گے۔ اس لیے باعتبار محاورے کے اس مقام پر یہ ترجمہ صحیح نہیں۔ اور نہ آپ کے ترجمے کو معنی لغوی سے کوئی مناسبت ہے، اس لیے اچھا ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب کا ہے۔ اسی طرح ''ھباءً منثوراً'' کا ترجمہ بکھری ہوئی دھول محل نظر ہے۔'' (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۲۴)

۲۸: یہ تفسیر غلط ہے:

آیت ''قُلْ ما یَعْبَؤُا بِکُمْ رَبِّی'' الخ (فرقان: ع ۶)۔ تفسیرِ نذیر (ف ۳) ''مطلب یہ ہے کہ پیغمبروں کے بھیجنے اور کتابوں کے اتارنے سے خدا تعالیٰ کی کوئی ذاتی غرض نہیں ہے؛ بلکہ بندے مصیبت پڑے پر اُس کو بلاتے ہیں، تو وہ اُن پر شفقت اور رحمت کا معاملہ فرماتے ہیں اور وہ یہ چاہتا ہے کہ بندے جہنم میں نہ پڑیں۔''

استدراکِ حکیم الامت: - ''یہ مسلم کہ ارسالِ رُسُل و کتب میں اللہ تعالیٰ کی کوئی ذاتی غرض نہیں؛ مگر یہ غلط ہے کہ اول بندے مصیبت پڑے پر اُس کو بلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہدایت و نجات کا سامان عطا فرماتا ہے (کیوں کہ۔ ف) اِرسال رُسُل تو محض ابتدائی رحمت ہے، خواہ کوئی بندہ اس کی درخواست کرے یا نہ کرے۔ (رہی یہ بات کہ اول بندے مصیبت پڑے پر اُس کو بلاتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ ہدایت و نجات کا سامان کرتا ہے، تو۔ ف) کیا جو اللہ تعالیٰ سے بالکل غافل ہو، اُس کی ہدایت کے واسطے رسول نہیں آئے؟ (یقیناً آئے ہیں۔) اس لیے یہ تقریر نہ خود صحیح ہے، نہ آیت کی تفسیر بن سکتی ہے- جیسا کہ دعویٰ کیا گیا ہے- بل کہ صحیح اور سہل معنی یہ ہیں کہ مطیعین کی حالت بیان فرما کر ارشاد ہے کہ مخالفین سے کہہ دیجیے کہ تم پر جواب تک عذاب نہیں آیا اِس سے یہ نہ سمجھنا کہ خدائے تعالیٰ کے یہاں تمہاری کوئی قدر و منزلت ہے۔ قدر و منزلت کچھ نہیں اور تمہاری کچھ پروا نہیں۔ محض تاخیر عذاب کی یہ وجہ ہے کہ تم اُس کو شدائد میں پکارتے رہتے ہو، اِس لیے مہربانی رہتی ہے۔ ورنہ تم (عذاب کے) مستحق تو ہو ہی۔ کیوں کہ تکذیب کرتے ہو، تو اب تک نہیں تو آئندہ عذاب آئے گا۔ اِس کی نظیر وہ ہے ''وما کان اللہ معذبھم وھم یستغفرون''۔ اور دوسرے صحیح معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں۔ مگر مطلب مذکور کسی تفسیر پر بھی محتمل نہیں۔'' (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۲۴)

۲۹: تفسیر غلط ہے: ایضاً رکوع ۵ / آیت ''ما کان محمد ابا احد'' (احزاب: ع ۵) توضیح نذیر (ف ا): ''بیشک پیغمبر صاحب بتقاضائے بشری اُس وقت بہت ہی متردد ہوئے ہوں گے؛ مگر آخر کار اصلاح کا پہلو غالب رہا اور آپ نے خود زینب سے نکاح کرلیا۔ الخ۔''

استدراکِ حکیم الامت: – ظاہر کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تردد میں خود پیغمبر صاحب نے ایک پہلو کو اپنے لیے خود اپنی رائے سے ترجیح دے کر نکاح کرلیا، وحی کو اس میں دخل نہ تھا۔ حالاں کہ ''زَوَّجْنٰکَهَا'' نصِ قطعی اِس کے خلاف موجود ہے جس سے ثابت ہے کہ آپ نے اِسی رائے کے خلاف حکم وحی کی تعمیل فرمائی۔'' (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۲۷)

۳۰: ذاتی رائے کو وحی قرار دینا اللہ پر بہتان ہے:

آیت ''غُلِبَتِ الرُّوْمُ'' (روم: ع ۱) تفسیر نذیر (ف ا): ''بالفرض پیغمبر صاحب کی کوئی ذاتی رائے اس بارے میں رہی بھی ہو، تو اُس کو وحی آسمانی قرار دے کر مشتہر کرانا رسالت کی محکم دلیل ہے۔''

استدراکِ حکیم الامت: – ''اپنی ذاتی رائے کو وحی قرار دینا نعوذ باللہ اِفترا علی اللہ ہے جس کا کسی پیغمبر میں بھی احتمال نہیں۔ یہ فرض ہی، فرضِ محال ہے جس کی اس مقام پر کوئی ضرورت نہیں۔ اور بعد تقدیرِ فرض اِس کو رسالت کی دلیل اور دلیل بھی مستحکم قرار دینا اِس سے بھی زیادہ عجیب ہے۔ افترا علی اللہ – جو منافیٔ رسالت، بل کہ منافیٔ ایمان ہے – رسالت کی دلیل کیوں کر ہوسکتا ہے؟'' (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۲۶)

۳۱: نہ ترجمہ صحیح، نہ تقریر:

آیت ''تخافونهم كخيفتكم انفسكم'' (روم: ع ۴) ترجمۂ نذیر: ''اور تم اُن کی ویسی ہی پروا کرتے ہو جیسی کہ تم اپنی پروا کرتے ہو۔ الخ۔''

استدراکِ حکیم الامت: – ''پروا کے معنی پر دلالت – جیسا کہ مترجم صاحب نے (ف ا) میں تصریح کردی ہے – ترجمہ خوف کا نہیں۔ پس نہ ترجمہ صحیح ہے، نہ تقریر (ف ا) کی جو اِس (دلالت) پر مبنی ہے۔ بل کہ صحیح ترجمہ یہ ہے کہ: ''خوف کرتے ہو اُن سے جیسا کہ خوف کرتے ہو اپنے برابر کے لوگوں سے یعنی غلاموں سے مثل احرار معاملہ نہیں کرتے، اُن کو اپنے برابر نہیں سمجھتے۔ کیوں کہ اوپر استفہام انکاری ہے پھر اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اس کا مماثل کیوں سمجھتے ہو؟'' (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۲۶)

۳۲: ترجمہ غلط، تفسیر متکلم فیہ:

آیت ''فَتَنّٰہُ'' (سورہ ص: ع)۔ الخ۔ **قولہ فی الترجمہ**۔ ''ہم نے اُن کو صرف ایک چقما دیا ہے۔'' الخ۔ تفسیرِ نذیر (ف ا) ''اس مقام پر اس واقعے کی طرف اشارہ ہے۔ الخ''

استدراکِ حکیم الامت:- ''چقما ترجمہ ''خداع'' کا ہے ''فتنّا'' کا ترجمہ ہے امتحان اور آزمائش۔ یہ تو ترجمے میں غلطی ہے۔ اور حاشیے میں وہی مشہور قصہ بیبیوں کا لکھا ہے جس کا کہیں بسند صحیح پتہ نہیں۔ اور اِس میں تقلید کا عذر نہیں ہوسکتا جب کہ دوسرے مقامات پر ادنیٰ ادنیٰ شبہات سے اور مفسرین کے خلاف کیا گیا ہے یہ مقام زیادہ نازک ہے۔ بل کہ اس کی بے غبار تفسیر یہ ہے کہ داوٗد علیہ السلام نے جو ایک فریق کا بیان سن کر فرمایا لَقَدْ ظَلَمَکَ۔ گو مقصود اِس سے قضیہ شرطیہ ہے؛ مگر چوں کہ صورۃً جملہ خبریہ ہے اس لیے داوٗد علیہ السلام نے اس سے استغفار فرمایا۔'' (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۲۸)

۳۴: محاورہ سمجھنے میں خطا:

آیت ''غَیْرَ ذِی عِوَجٍ'' (زمر: ع ۳) ترجمۂ نذیر: اس میں کسی طرح کی پیچیدگی نہیں۔''

استدراکِ حکیم الامت:- ''عوج کا ترجمہ ہے ٹیڑھا پن۔ اور ہر چند کہ ٹیڑھا پن کا لفظ اردو محاورہ میں پیچیدگی کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے مگر عربی محاورے میں عوج کے یہ معنی نہیں دیکھے گئے۔'' (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۲۹)

۳۵: ترجمہ غلط:

آیت ''اصفاکم بالبنین'' (زخرف: ع ۲) ترجمۂ نذیر: اور تم کو بیٹے دے کر نوازا۔

استدراکِ حکیم الامت:- صفا کے معنی اختیار اور ترجیح کے ہیں نہ بمعنی نوازش۔ (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۲۹)

۳۶: ترجمہ ناتمام:

آیت ''تمور السماء مورا'' (طور: ع ۱) ترجمۂ نذیر: ''جس دن آسمان (سمندر کے پانی کی طرح لہریں مارنے لگے)

استدراکِ حکیم الامت:- لفظ مور کا استعمال عربی میں نہر کے معنی میں نہیں دیکھا گیا جیسا کہ ترجمہ میں استعمال کیا۔ (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۳۰)

۳۷: ترجمہ غلط:

آیت ''وماءٍ مسکوبٍ'' (واقعہ:ع۱) ترجمۂ نذیر: اور پانی کے جھرنوں۔''

استدراکِ حکیم الامت:- ''''سکب'' کے معنی بہنے کے ہیں جھرنوں کا مفہوم اس میں ماخوذ نہیں۔''

(اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۳۱)

۳۸: ترجمہ غلط ہے:

آیت ''وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْكُمْ'' (واقعہ:ع۳) ترجمۂ نذیر: ''اور موت تو جب آئے گی تب آئے گی، ہم تو اس سے بھی زیادہ تم سے نزدیک ہیں۔''

استدراکِ حکیم الامت:- ''یعنی موت بھی اس قدر تم سے نزدیک نہیں جس قدر ہم تم سے نزدیک ہیں یہ مطلب ہوا (ڈپٹی صاحب کے) اس ترجمہ کا۔ سو کسی طرح یہ ترجمہ اس آیت کا نہیں بن سکتا۔ اگر قرآن کی عبارت یوں ہوتی: ''نحن اقرب الیکم منه'' تب یہ معنی درست ہوتے اور ترکیب موجود میں الیه کی ضمیر صاحب موت کی طرف ہے اور معنی یہ ہیں کہ جو شخص مر رہا ہے اور تم لوگ اس کے پاس بیٹھے ہو، سو اس شخص سے جس قدر تم لوگ نزدیک ہو ہم تم سے بھی زیادہ اس شخص سے نزدیک ہیں۔''

(اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۳۱)

۳۹: محاورہ کا درست استعمال نہیں ہوا:

آیت ''وانزلنا الحدید فیه باس شدید'' (حدید:ع۴) ترجمۂ نذیر: ''تو اس میں بڑا خطرہ ہے۔''

استدراکِ حکیم الامت:- ''یہ لفظ ہمارے محاورے میں ایسے موقع پر بولا جاتا ہے جہاں کسی چیز کی مضرت بیان کرنا مقصود ہو۔ اور یہاں ذکر ہے فوائد کا- جیسا کہ امتنان سے معلوم ہوتا ہے- اس لیے یہ ترجمہ نامناسب ہے بل کہ رعب یا دھاک کا ترجمہ بہتر ہے۔''

(اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۳۱)

۴۰: غلط ترجمہ اور لازم آنے والی خرابیاں:

آیت ''ورهبانیة'' ا (حدید:ع۴) لخ۔ ترجمۂ نذیر: 'ترک دنیا۔''

استدراکِ حکیم الامت:- ''یہ ترجمہ صحیح نہیں۔ ترک دنیا تو ہمیشہ سے فرض رہا اور اب بھی فرض ہے۔ اور رہبانیت پہلے مشروع مخیر تھی اور اب غیر مشروع۔ تو فرض اور غیر فرض بل کہ غیر مشروع کس طرح متحد بالماہیۃ ہو سکتے ہیں۔ اس کا صحیح ترجمہ ''ترک لذت'' ہے جس کو شریعت میں موجب تقرب جاننا ممنوع کیا گیا ہے۔ اور معالجے کے لیے اور بات ہے۔ (لہذا یہ ترجمہ نہ صرف یہ کہ صحیح نہیں) بل کہ اس ترجمے سے آج کل کے ہوس ناکوں کو شبہہ پڑے گا کہ رہبانیت کی حقیقت ترک دنیا ہے اور رہبانیت شریعت میں منفی کی گئی ہے تو طلب دنیا مقاصد شریعت سے ہوگا۔ اور اس غلطی میں پڑ کر غیر متناہی تعلیمات نبویہ کی مخالفت پر آمادہ ہو جائیں گے قولاً اور عملاً و اعتقاداً۔'' (ایضاً اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۳۱)

۴۱: ترجمہ غلط ہے:

آیت ''فقدموا بین یدی نجویکم صدقۃ'' (مجادلہ: ع ۳) ترجمۂ نذیر: ''تو کان میں عرض مطلب کرنے سے پہلے کچھ خیرات لا کر آگے رکھ دیا کرو۔''

استدراکِ حکیم الامت:- ''تقدم کے معنی آگے رکھنے کے نہیں بل کہ صحیح ترجمہ یہ ہے کہ عرض مطلب کرنے سے پہلے کچھ خیرات دے دیا کرو۔'' (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۳۲)

۴۲: ترجمہ درست نہیں:

آیت ''وان الظن لا یغنی من الحق'' (نجم: ع ۲) ترجمۂ نذیر۔ ''اُن کا حال یہ ہے کہ وہ تو حق بات کے سامنے کچھ بکار آمد نہیں۔''

استدراکِ حکیم الامت:- ''محاورۂ عربی میں اس ترکیب کے یہ معنی نہیں ہیں بل کہ مراد یہ ہے کہ اٹکل کچھ کام نہیں دیتی یقین کے موقع میں یعنی ظن مثبتِ حق نہیں ہو سکتا۔ یہ نہیں کہ مزاحمِ حق نہیں ہو سکتا۔'' (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۳۱)

۴۳: آیت ''حتی اتٰنا الیقین'' (مدثر: ع ۲) ترجمۂ نذیر: ''یہاں تک (کہ میرے پیچھے آنکھ سے دیکھا تو) ہم کو یقین آیا۔

استدراکِ حکیم الامت:- ترجمہ غلط ہے: یقین آنا بمعنی یقین کرنا اردو کا محاورہ ہے عربی میں مستعمل نہیں اس لیے یہ ترجمہ غلط ہے۔ صحیح معنی یہ ہیں کہ ہم برابر قیامت کے دن کو جھٹلاتے رہے یہاں تک کہ ہم کو موت آ پہونچی۔'' (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۳۴)

۴۴: ترجمہ لفظی واجب ہے:

''آیت ''کراماً کاتبین'' (انفطار:) ترجمہ نذیر: ''کراماً کاتبین دو فرشتے۔'' تفسیر نذیر (ف۴): ''مگر اب ان کا نام پڑ گیا ہے اسی سبب سے ہم نے ترجمہ نہیں کیا۔''

استدراک حکیم الامت: -''گو ہمارے عرف میں نام پڑ گیا ہو مگر ترجمے میں تو مدلول قرآنی کا لحاظ واجب ہے سو وہاں صفت ہی مراد ہے تسمیہ مقصود نہیں اس لیے ترجمہ لفظی واجب ہے۔'' (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص۴۴)

ڈپٹی نذیر احمد کی تفسیر قرآن کے اُن بہ کثرت مضامین کے یہ چند نمونے ہیں جن کی طرف حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنے اِن الفاظ میں اشارہ فرمایا تھا کہ: ''بہ کثرت مضامین خلافِ قواعدِ شرعیہ بھر دیے، جن سے عام مسلمانوں کو بہت مضرت پہنچی۔'' حکیم الامت کے اِن استدراکات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ترجمہ وتفسیر کے باب میں قواعدِ عقلیہ وشرعیہ کی پابندی اور اہلِ حق کے اصولوں کی پیروی ضروری ہے۔ اور یہ کہ ڈپٹی نظیر احمد کا ترجمہ اِس باب میں قطعاً غیر معتبر ہے۔ اور اُس پر اعتماد مستفید کی فکری شبیہ کو مشکوک بنا سکتا ہے۔ اِس سلسلے میں ایک واقعہ کا ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے جو مورثِ عبرت بھی ہے اور ایک صحیح اصول کی طرف رہنما بھی۔

حکیم الامتؒ فرماتے ہیں:

''ایک صاحب نے جو ایک معزز عہدہ پر ہیں مجھ کو اول کے چار سیپارے قرآن مجید کے (جس کا اُنھوں نے ترجمہ کیا تھا۔ف)...... دکھلا کر اس کے متعلق میری رائے دریافت فرمائی...... اپنی رائے عرض کرتا ہوں...... (ترجمہ۔ف) کی کیفیت اجمالاً تو اس سے ظاہر ہے کہ مترجم نے خطبہ میں یہ شعر لکھا ہے۔

اور وہ ڈپٹی نذیر احمد کا بھی ترجمہ پیش نظر تھا خوب ہی

نیز آل عمران کے آخر میں وَرَابِطُوا کے ترجمہ میں جہاں کئی قول نقل کئے ہیں وہاں یہ شعر بھی ہے:

اور ہیں یوں لکھتے نذیر احمد اسے کہ رہو تیار دشمن کے لئے

اس سے صاف واضح ہے کہ مترجم صاحب ڈپٹی صاحب کے معتقد ہیں اور ڈپٹی صاحب کے ترجمہ و عقیدہ و تحقیق کی کیفیت بندہ کے رسالہ ''اصلاح ترجمہ دہلویہ'' سے ظاہر ہے۔ پس جس طرح وہ (ترجمہ، ڈپٹی نذیر احمد کا) معتبر نہیں اُسی طرح اُن کے معتقد کے ترجمہ کا بھی اعتبار نہیں رہا، کہ غیر معتبر کو معتبر سمجھنا خود دلیل ہے غیر معتبر ہونے کی۔''

(بوادر النوادر: جلد ا، ص ۳۱۳)

(جاری......)

پانچویں قسط: (حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تفسیر)

بیان القرآن کا مطالعہ

مولانا حکیم فخر الاسلام

اصلاح ترجمۂ مرزا حیرت:

(ڈپٹی نذیر احمد صاحب کے ترجمۂ دہلویہ کی اصلاح کے بعد حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے مرزا حیرت دہلوی کے ترجمہ کی اصلاح کا قصد فرمایا۔ اُس کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:)

''بعد الحمد والصلوٰۃ عرض ہے کہ ان دنوں ایک اور نیا ترجمہ قرآن مجید کا من جانب مرزا حیرت صاحب، دہلی سے شائع ہونا شروع ہوا ہے۔ اتفاقاً نظر سے جو گزرا، تو اُس سے بھی مسلمانوں کی مضرت پہنچنے کا اندیشہ غالب ہوا۔ اول احتیاطاً (یہ طریقہ اختیار کیا کہ) بعض اغلاط سے- جو بہ ضمن بیانِ مسائل، حواشی میں واقع ہوئی تھیں- مترجم صاحب کو اُن کی انصاف پسندی کا اندازہ کرنے کی غرض سے اطلاع دی گئی جس کا جواب یہ ملا کہ:

''الحمد للہ نفس ترجمہ میں کوئی غلطی نہیں بتائی گئی۔ رہا (شبہہ) حاشیہ کی بابت (تو) خواہ آپ پڑھیں یا نہ پڑھیں، مانیں یا نہ مانیں، اُس کی بابت کچھ نہیں کہا جا سکتا۔''

''(یہ جواب بے وقعت تھا اور انصاف پسندی سے دور بھی۔ کیوں کہ) جس حالت میں کہ حاشیہ موضحِ متن ہوتا ہے، ہر دانش مند اِس جواب کا پایہ سمجھ سکتا ہے۔ مگر اِتمام حجت کے لیے خود ترجمہ کو بھی جابجا دیکھا، تو اغلاط سے خالی نہ پایا۔ اس لیے عام مسلمانوں کی حفاظت کی غرض سے ضروری معلوم ہوا کہ صرف دو پاروں کے ترجمہ میں متن وحواشی کی کچھ غلطیاں جو سرسری نظر سے خیال میں آئی ہیں، بہ طور نمونہ کے ظاہر کر دی جاویں۔ اُسی پر بقیہ حصہ کو قیاس کر لیا جاوے گا۔ اگر بقیہ کی غلطیوں کا اوسط اِسی حساب سے لگایا جاوے، تو کل ترجمہ کی غلطیاں اس نمونہ سے پندرہ گنی ہوں گی۔ چوں کہ حسب مذاق جواب مذکور ترجمہ اصل اور حواشی تابع ہیں- (چوں کہ حواشی کی غلطیوں کے متعلق حضرت تھانوی کے توجہ دلانے کو مترجم مرزا حیرت دہلوی نے درخورِ اعتنا نہیں سمجھا تھا اور ترجمہ کے درست ہونے کے وہم میں مبتلا ہو کر کسی قسم کی اصلاح سے بے نیاز ہو گئے تھے) اس لیے (ترجمہ و حواشی، دونوں قسم کی اغلاط کی نشان دہی ضروری قرار پائی، چناں چہ) ان (ترجمہ وحاشیہ کی غلطیوں) کی ترتیب میں یہی لحاظ رکھا گیا (کہ پہلے ترجمہ کے اغلاط کی نشاندہی کی گئی، اُس کے بعد حواشی کی غلطیوں کی نشاندہی کے لیے الگ سے عنوان قائم کیا گیا ہے)۔ واللّٰہ ولی الهداية والعاصم من الغواية۔''

اغلاط ترجمہ

۱-مرادِقرآنی کی تبدیلی:

''سورہ فاتحہ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ. ترجمہ حیرت: نہ ان کی جن پر (تیرا) غضب نازل ہوا۔''

استدراک حکیم الامت: ''صیغہ مجہول متعدی کا ترجمہ معروف لازم سے کرنا تبدیل مراد ہے۔'' (۱)

۲-''سورہ بقرہ۔ رکوع اول۔ اُولٰئِكَ عَلٰى هُدًى مِنْ رَّبِّهِمْ ترجمہ: اپنے رب کی طرف سے وہی لوگ سیدھی راہ پر قائم ہیں۔''

استدراک: ''ترکیب نحوی میں من ربهم صفت ہدی کی ہے۔ اور ترجمہ مذکورہ میں لازم آتا ہے کہ عامل علی کے متعلق ہو۔ اِس میں بھی تبدیل مراد قرآنی ہے اس لیے یہ ترجمہ صحیح نہیں۔'' (۲)

۳-خلافِ مقصود ہونے کی وجہ سے غلط ہے:

''اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا۔ ترجمہ: البتہ جو لوگ الخ''

استدراک: ''لفظ البتہ باعتبار معنی لغوی کے یہاں صحیح ہے؛ مگر ہمارے بول چال میں یہ لفظ دفع شبہ کے لیے مستعمل ہوتا ہے جو اس جگہ خلافِ مقصود ہے۔ اس لیے یہ ترجمہ صحیح نہیں۔'' (۳)

۴-غرضِ قرآنی کی تغییر ہے:

''عَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ. ترجمہ: اور اُن کی آنکھوں پر پردہ (ڈال دیا) ہے۔''

استدراک: ''گو ''ڈال دیا'' کو بین الہلالین لکھا ہے؛ مگر اِس (ڈال دیا لکھ دینے) سے یہ جملہ فعلیہ بن گیا۔ اور قرآن میں جملہ اسمیہ ہے اور قواعد بلاغت کے اعتبار سے ہر ایک کے جداگانہ آثار ہیں۔ اِس میں غرضِ قرآنی کی تغییر (وتبدیلی) ہے، اس لیے یہ ترجمہ صحیح نہیں۔ (۴)

۵-''رکوع دوم (دوسرا) وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ. ترجمہ: اور اُن کے دل میں ایمان نہیں ہے۔''

استدراک: ''هُمْ'' اسم ما ہے۔ اور ''بِمُؤْمِنِيْنَ'' خبر۔ اور ترجمہ مذکورہ اُس کے مطابق نہیں۔ اس لیے یہ ترجمہ صحیح نہیں۔'' (۵)

۶-ترجمہ غلط الفاظ سے کیا گیا ہے:

''وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ. ترجمہ: اور مگر سمجھتے نہیں۔''

استدراک: ''اور'' ''مگر'' اہل زبان سے نہیں سنا گیا اور غلط الفاظ سے ترجمہ کرنا غلط ہے، اس لیے یہ ترجمہ صحیح نہیں۔ (۶)

۷-ترجمہ لفظ مرادف سے ہونا چاہیے:

''فِیْ طُغْیَانِھِمْ ۔ ترجمہ: اپنے کفر میں۔''

استدراک: ''ترجمہ لفظ مرادف سے ہونا چاہیے اور طغیان اور کفر گو مصداقاً متحد ہوں، مگر اتحاد مفہومی یعنی ترادف نہیں، اس لیے یہ ترجمہ صحیح نہیں۔'' (۷)

۸-ترجمہ درست نہیں:

''فَمَا رَبِحَتْ تِجَارَتُھُمْ۔ ترجمہ: سو نہ ان کی تجارت نے نفع دیا۔''

استدراک: ''ربح لازم ہے نہ (کہ) متعدی، اسی لیے (یعنی فعل کے لازم ہونے کی وجہ سے ہی، مفسرین کی تفسیروں میں اس آیت کی) ترکیب میں اسنادِ مجازی مانی گئی ہے، جس کی حقیقت فَمَا رَبِحُوْا فِیْ تِجَارَتِھِمْ ہے، جس میں متعدی کی صحت کا احتمال ہی نہیں۔ اور ترجمہ مذکورہ میں اس کو متعدی لیا گیا ہے، اس لیے یہ ترجمہ صحیح نہیں۔ (۸)

۹-ترجمہ مطابق صیغہ کے ہونا چاہیے:

''لَا یُبْصِرُوْنَ۔ ترجمہ: اب انہیں کچھ نہیں سوجھتا۔''

استدراک: ''چوں کہ یہ ترجمہ مطابق صیغہ کے نہیں، اس لیے صحیح نہیں۔'' (۹)

۱۰-ترجمہ صحیح نہیں:

''کُلَّمَا اَضَاءَ لَھُمْ۔ ترجمہ: جب ان کے آگے۔''

استدراک: ''قرآن میں یہاں کوئی لفظ ایسا نہیں جس کا ترجمہ ''آگے'' (کے لفظ سے) ہو سکے، اس لیے یہ ترجمہ صحیح نہیں۔'' (۱۰)

۱۱-ماضی کا ترجمہ مضارع سے درست نہیں:

''وَلَوْ شَاءَ اللّٰہُ۔ ترجمہ: اور اگر اللہ چاہے۔''

استدراک: ''لو' انتفاء فی الماضی (زمانہ ماضی میں نفی) کے لیے ہے، اس لیے حال یا استقبال کے ساتھ ترجمہ کرنا صحیح نہیں۔'' (۱۱)

۱۲-ترجمہ ترکیب کے خلاف ہے:

''رکوع سوم (تیسرا)۔ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشاً. ترجمہ: زمین کا بچھونا۔''

استدراک: ''ترجمہ ترکیب کے مطابق نہیں، اس لیے صحیح نہیں۔'' ''اسی طرح ترجمہ وَ السَّمَاءَ بِنَاءً کا صحیح نہیں۔'' (۱۳)

☆''وَاُتُوْا بِہٖ مُتَشَابِھاً. ترجمہ: اُنہیں ایک ہی رنگ اور صورت کے میوے ملا کریں گے۔'' (۱۴)

استدراک: ''ترجمہ مطابق ترکیب و صیغے کے نہیں، جیسا ظاہر ہے۔ اس لیے یہ ترجمہ صحیح نہیں۔'' (۱۵)

۱۳-اہل زبان میں مستعمل نہیں

''وَمَا يُضِلُّ ۔ترجمہ:(لیکن)اور۔''

استدراک:''''لیکن اور''اہل زبان میں مستعمل نہیں۔اس لیے یہ لفظ غلط ہے اور غلط لفظ سے ترجمہ کرنا غلط ہے،اس لیے یہ ترجمہ صحیح نہیں۔''(۱۶)

۱۴-بلاغت کے خلاف ہے

''رکوع چہارم(چوتھا)۔ اَنۡبِئُوۡنِیۡ .ترجمہ:ہمیں ان چیزوں کے نام بتاؤ۔''

استدراک:''ضمیر وحدان کا ترجمہ جمع کے ساتھ مُفَوِّتِ بلاغتِ قرآنی(یعنی قرآنی بلاغت کو ضائع کرنے والی)ہے،اس لیے صحیح نہیں۔''(۱۷)

۱۵-ترجمہ مترادف لفظ سے ہونا ضروری ہے

''وَكَانَ مِنَ الۡكٰفِرِيۡنَ:ترجمہ راندۂ درگاہ ہوگیا۔''

استدراک:''گو کافر کے لیے راندۂ درگار ہونا لازم ہے،مگر مفہوم میں اتحاد نہیں،اس لیے یہ ترجمہ صحیح نہیں۔''(۱۸)

۱۶-ضمیر کے ترجمہ میں غلطی:

''فَاَزَلَّهُمَا:ترجمہ اور حوا کو الخ۔''

استدراک:''هُمَا''ضمیر تثنیہ کی ہے نہ(کہ)واحد مؤنث کی جو حوا کی طرف راجع کی جاوے۔اس لیے یہ ترجمہ صحیح نہیں۔''(۱۹)

۱۷-لغوی معنی سے انحراف

''متاع:ترجمہ لطفِ زندگی۔''

استدراک:''''متاع'کے لغوی معنی میں نہ لطف ماخوذ ہے نہ زندگی،اس لیے یہ ترجمہ صحیح نہیں۔''(۲۰)

☆''رکوع پنجم(پانچواں)اُذۡکُرُوا:ترجمہ شکر کرو۔''

استدراک:''ذکر کے معنی شکر نہیں اور شکر کا طریقہ ذکر ہونا اور بات ہے؛(لیکن ذکر کے معنی شکر نہیں)اس لیے یہ ترجمہ صحیح نہیں۔''(۲۱)

۱۸-ترجمہ میں مقصود سے تجاوز

''وَاسۡتَعِيۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوةِ.ترجمہ:اور(مصیبت کے وقت)صبر سے کام لو اور نماز(پڑھو اور خدا)سے دعا مانگو۔''

استدراک:''اضافہ بین الہلالین تفسیر مقصود کے لیے ہوتی ہے،نہ(کہ)تغییرِ مقصود کے لیے۔اور یہاں مجموعہ عبارت کے اعتبار سے صلوۃ کا تعلق استعینوا سے نہ رہا جو مقصودِ نظمِ قرآنی ہے،اس لیے یہ ترجمہ صحیح نہیں۔''(۲۲)

۱۹-بغیر ضرورتِ شدیدہ کلام کو مجاز پر محمول کرنا جائز نہیں

''رکوع ششم (چھٹا)۔ وَاَنِّیْ فَضَّلْتُکُمْ. ترجمہ: اور یہ (احسان بھی یاد کرو) کہ کرتے ہیں: دنیا بھر کے لوگوں سے تمہیں افضل بنایا۔''

استدراک: ''ماضی کا ترجمہ حال کے ساتھ مجازی ہے اور بلا تعذر حقیقت کے مجاز جائز نہیں۔ بالخصوص جب کہ انعمت کو ترجمہ میں ماضی مان لیا گیا ہے۔ وہ قرینہ حقیقت کا، اور زیادہ مؤکد ہے، اس لیے یہ ترجمہ صحیح نہیں۔'' (۲۳)

۲۰-ترکیب کے سمجھنے میں غلطی

''وَاِذْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ. ترجمہ: اور (اس وقت کو بھی یاد کرو) جب ہم نے موسیٰ کو (ایک) کتاب (یعنی توریت) دی (کہ) جو (برے اور بھلے اور حلال حرام میں) تمیز کردانے والی ہے۔''

استدراک: ''فرقان ترکیب میں کتب پر معطوف ہے نہ کہ اُس کی صفت، جیسا کہ ترجمہ میں قرار دیا ہے، اس لیے یہ ترجمہ صحیح نہیں۔'' (۲۴)

۲۱-ترجمہ قرآنی لفظ کے مرادف نہیں

''فَاقْتُلُوْا اَنْفُسَکُمْ. ترجمہ اپنے آپ کو ہلاک کردو۔''

استدراک: ''ہلاک عام ہے غرق و حرق و خنق و ہدم و سم وغیرہا کو اور قتل خاص ہے۔ دونوں کے مفہوم میں تغایر ہوا۔ اور ترجمہ مرادف کے ساتھ چاہئے، اس لیے یہ ترجمہ صحیح نہیں۔'' (۲۵)

۲۲-ترجمہ غلط ہے

''فَاَخَذَتْکُمُ الصّٰعِقَةُ. ترجمہ: تمہیں آگ نے آلیا۔''

استدراک: ''صاعقہ آواز شدید کو کہتے ہیں، نہ کہ آگ کو۔ اور نار کا اقتران اور بات ہے، اس لیے یہ ترجمہ صحیح نہیں۔'' (۲۶)

☆-''رکوع ہفتم (ساتواں)۔ وَلَاتَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْن. ترجمہ: اور زمین میں فساد برپا کرتے ہوئے مت پھرو۔''

استدراک: ''عثی یعثی کے معنی افسد یفسد کے ہیں، نہ کہ پھرنے کے۔ اس لیے یہ ترجمہ صحیح نہیں۔'' (۲۷)

☆-''مِنْ بَقْلِهَا. ترجمہ: (عمدہ) ترکاری (جیسے پودینہ)''

استدراک: ''چوں کہ عربی میں ''بقل'' عام ہے ماکول وغیر ماکول کو۔ اور مراد بیان ماکول ہے، اس لیے بعض مفسرین نے بیان مراد کے لیے اطائب تُوکل (کھائی جانے والی ترکاریاں) کی قید لگادی ہے اور تمثیل میں نعناع و کرفس و کراث ذکر کرکے واشباہھا کہہ دیا ہے جس میں سب ماکولات آجاویں۔ ہمارے محاورہ میں لفظ ترکاری ''اطائب تو کل'' کے معنی کا فائدہ دیتا ہے۔ اس لیے ترکاری سے ترجمہ کرنا بالکل کافی وافی ہے۔ پھر اس میں عمدہ کی قید اور تمثیل میں پودینہ کی تخصیص، یہ معنی مقصود کے اکثر افراد کو نکال دیتی ہے، جس میں تفسیر مراد ہے۔ اس لیے یہ ترجمہ صحیح نہیں۔'' (۲۸)

☆-''رکوع ہشتم (آٹھواں)۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ. ترجمہ: خدا مجھ کو اپنی پناہ میں رکھے۔''

استدراک: ''اگر اعاذنی اللہ ہوتا، تو اُس کا یہ ترجمہ صحیح تھا۔ (موجودہ) صیغہ وترکیبِ موجود کا یہ ترجمہ صحیح نہیں۔''

☆-''رکوع نہم (نواں)۔ کَذٰلِکَ یُحْیِ اللّٰہُ الْمَوْتٰی وَیُرِیْکُمْ اٰیٰتِہٖ. ترجمہ: اس طرح اللہ مردوں کو جلاتا اور تم کو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے۔''

استدراک: ''اگر احیاءِ موتی کا فی الحال مشاہدہ ہوا کرتا، تو (یُـحْـیِ کا) حال کا ترجمہ صحیح تھا۔ یہاں استقبال کا صیغہ مراد ہے۔ خطاب منکرین احیاء کو ہے کہ جس طرح ہم نے قصیۂ مذکورہ میں زندہ کر دیا، اُسی طرح قیامت میں سب مردوں کو زندہ کر دینگے البتہ ''یُـرِیـکم'' کا ترجمہ حال کے ساتھ صحیح ہے۔ کیوں کہ ''ایت'' کے معنی نمونے کے ہیں اور مراد اس سے یہ قصہ احیاء کا ہے۔ کہ نمونہ احیاءِ موتی کا ہے اور اُس کا مشاہدہ ہو چکا ہے۔ اس لیے اس کا ترجمہ حال سے صحیح ہے۔ بخلاف ترجمہ یُحْیِ کے (کہ لفظِ یحی کا حال کا ترجمہ صحیح نہیں،) جیسا گذرا۔ اِس لیے یہاں یحی کا ترجمہ صحیح نہیں۔'' (۲۹)

۲۳-ترجمہ غلط ہے

''فَوَیْلٌ لَّھُمْ۔ دو جگہ ترجمہ تف اور پھٹ۔''

استدراک: ''کلمہ ''ویل'' تفجّع وحزن کے لیے ہے نہ (کہ) تنفیر اور تحقیر (نفرت وحقارت) کے لیے۔ اس لیے یہ ترجمہ صحیح نہیں۔'' (۳۰)

☆-''مَنْ کَسَبَ سَیِّئَۃً۔ ترجمہ: جس نے (عمر بھر) برائی کی۔''

استدراک: ''عمر بھر کی قید بلا دلیل؛ بلکہ خلاف دلیل ہے۔ جب مدار وعید کا کسب سیئۃ پر ہے (تو) جب علت پائی جاوےگی، معلول پایا جاویگا۔ خواہ ایک بار ہو، یا عمر بھر ہو۔ اگر معتزلہ وخوارج کا جواب دینا مقصود ہے، تو یہ توجیہ کافی نہیں ہوئی؛ بلکہ بعض افراد عاصی کا جو کہ عمر بھر مرتکب معاصی کا رہے، مخلد رہنا تسلیم کر لیا گیا۔ اور یہ عین مذہب فرقِ مذکورہ کا ہے۔ اس لیے یہ ترجمہ صحیح نہیں۔'' (۳۱)

☆-''رکوع دہم (دسواں)۔ تَظٰھَرُوْنَ عَلَیْھِمْ. ترجمہ: چڑھائی کر کے جاتے ہو۔''

استدراک: '''تـظـاھـر' بہ معنی تعاون ہے، نہ بہ معنی چڑھائی۔ اگر کوئی اپنی ہی مصلحت کے لیے دشمن پر چڑھ کر جاوے اپنے کسی دوست کی مدد مقصود یا موجود نہ ہو، چڑھائی صادق آوے گی، تعاون صادق نہ آوے گا۔ پس یہ دونوں علیحدہ علیحدہ مفہوم ہیں۔ اس لیے یہ ترجمہ لغت کے خلاف ہونے کی وجہ سے صحیح نہیں۔'' (۳۲)

۲۴-موصوف صفت کومضاف مضاف الیہ بنادیا گیا

''فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنیا ۔ترجمہ:دینا کی چندروزہ زندگی میں۔''

استدراک: الحیواۃ الدنیا موصوف صفت ہیں اورترجمہ مضاف مضاف الیہ کا کیا گیا ہے۔اس لیے یہ ترجمہ صحیح نہیں۔(۳۳)

۲۵-مفعول مطلق کومرفوع بنادیا گیا

''رکوع یازدہم (گیارہواں) فَقَلِیۡلاً مَّایُؤۡمِنُوۡن. ترجمہ:ایمان والے ہی قلیل ہیں۔''

استدراک:''قلیل مرفوع نہیں ہے جواس ترجمہ کا احتمال ہو،بلکہ منصوب ہے۔یومنون کا مفعول مطلق۔پس تقلیل ایمان کی مقصود ہے نہ اہل ایمان کی۔اس لیے یہ ترجمہ صحیح نہیں۔''(۳۴)

۲۶-غیر معقول ترجمہ

'' بِمَا قَدَّمَتۡ اَیۡدِیۡھِم۔ ترجمہ:اوراُن اعمال بد کی وجہ سے جن کواُن کے ہاتھوں نے گناہوں کا پیش خیمہ بنا کرآگے بھیجا ہے۔''

استدراک:''اگر'جن کو'نہ ہوتا،تو'پیش خیمہ' کی اضافت گناہوں کی طرف بیانیہ ہوسکتی تھی۔اوراب یقیناً مضاف مضاف الیہ متغائر ہیں۔پس لازم آتا ہے کہ گناہ اور چیز ہیں اوراُن کا پیش خیمہ کچھ اور۔اور یہ محض غیر معقول ہے،اس لیے یہ ترجمہ صحیح نہیں۔''(۳۵)

۲۷-ترجمہ درست نہیں

☆-''رکوع دوازدہم (بارہواں) نَزَّلَه عَلٰی قَلۡبِک. ترجمہ:تمہارے دل میں ڈالا ہے۔''

استدراک:''' تنزیل' کا ترجمہ'ڈالنا'اور'علی' کا ترجمہ'میں' صحیح نہیں۔''(۳۶)

۲۸-موقعِ شرط میں مضارع کا ترجمہ ماضی سے درست نہیں

''رکوع سیزدہم (تیرہواں)۔ مَنۡ یَتَبَدَّلِ الۡکُفۡرَ بِا لۡاِیۡمَانِ: ترجمہ:جس نے ایمان کے عوض کفر بدل لیا۔''

استدراک:''' یَتَبَدَّل' خودصیغہ مضارع کا،پھر موقع شرط میں کسی طرح ماضی کا محتمل نہیں،اس لیے یہ ترجمہ صحیح نہیں۔''(۳۷)

۲۹-مفعول بہ کومفعول فیہ بنادیا گیا

''رکوع چہاردم (چودہواں)۔مَنَعَ مَسَاجِدَ اللهِ. ترجمہ:اللہ کی مسجدوں میں اللہ کا نام لیے جانے سے لوگوں کوروکے۔''

استدراک:''مساجد مفعول فیہ نہیں ہے؛ بلکہ مفعول بہ ہے،اس لیے یہ ترجمہ صحیح نہیں۔''(۳۸)

۳۰-مضمون غیر مرتبط، مرجع ومشار الیہ کی تعیین میں غلطی

''اُولٰٓئِکَ مَا کَانَ لَھُمْ الخ:۔ترجمہ: اُن لوگوں کی خود یہ شان نہ تھی کہ اُس میں یعنی بیت المقدس میں جائیں؛ مگر ڈرتے ہوئے، چہ جائے کہ مسلمانوں کو روکیں اور اُس کی بے حرمتی کریں۔''

استدراک: ''مسلمانوں کو روکنے والے مشرکین مکہ تھے اور اُن کو بیت المقدس سے کوئی تعلق نہیں۔اور بیت المقدس میں جانے والے یہود یا نصاریٰ تھے اور ان کا روکنا مسلمانوں کو آیت میں مذکور نہیں۔اس لیے یہ مضمون بالکل غیر مرتبط ہے۔پس یا یَدْ خُلُوْھا میں ضمیر منصوب کا مرجع غلط سمجھے یا اولئك کا مشار الیہ غلط سمجھے۔بہر حال یہ ترجمہ صحیح نہیں۔اور یہ ظاہر ہے کہ لفظ مسلمان کا اطلاق عرف خاص وعرف عام میں صرف مؤمنین امت محمدیہ ہی پر آتا ہے۔''(۳۹)

۳۱-ترجمہ میں تساوی مفہوم ضروری ہے اور تفسیر میں ایضاحِ مراد

''وَاسِعٌ۔ترجمہ: فراخ رحمت والا۔''

استدراک: ''واسع کا مفہوم مطلق ہے۔رحمت اُس کا جز نہیں۔اور کسی مفسر کا واسع الرحمۃ کہہ دینا، اس لیے حجت نہیں کہ ترجمہ میں تساوی مفہوم ضروری ہے اور تفسیر میں ایضاح مراد، خواہ کسی طرح ہو۔اس لیے یہ ترجمہ صحیح نہیں۔''(۴۰)

۳۲-ترجمہ نادرست ہے

☆- ''رکوع پانزدہم (پندرہواں)۔ مَثَابَۃً.ترجمہ: زیارت گاہ۔''

استدراک: ''ثاب یثوب بمعنی رجع یرجع کے ہے، نہ (کہ) زار یزور کے۔اس لیے یہ ترجمہ صحیح نہیں اور زیارت کی غرض ہونا اور بات ہے۔''(۴۱)

☆- ''رکوع ہفدہم (سترہواں)۔ فَلَنُوَلِّیَنَّکَ۔ترجمہ: ہم اُسی کا حکم دیدیں گے۔''

استدراک: ''تولی یا بمعنی تحویل یا بمعنی تمکین بمعنی حاکم کردن نہ بمعنی حکم دادن جیسا کہ ترجمہ سے لازم ہے۔ اس لیے یہ ترجمہ صحیح نہیں۔''(۴۲)

۳۳-قرآن کے مضمون پر اضافہ ہے

''اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ۔ترجمہ: جو تمہارا رب کہے حق وہی ہے۔''

استدراک: ''یہاں کوئی لفظ ایسا نہیں جس کے معنی کہنے کے ہوں۔یہ زیادۃ علی الکتاب ہے۔اس لیے یہ ترجمہ صحیح نہیں۔''(۴۳)

۳۴-'واؤ اور 'بل' مرادف نہیں، اس لیے ترجمہ غلط ہے

''رکوع بستم (بیسواں)۔وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ۔ترجمہ: بلکہ ایمان والوں کو خدا کی محبت زیادہ ہوتی ہے۔''

استدراک: ''نہ واؤ مرادف بل کا ہے، نہ مقام ترقی یا اعراض کا ہے کہ مجازاً مراد لیا جائے۔اس لیے یہ ترجمہ صحیح نہیں۔''(۴۴)

۳۵-''ولو یری الذین ظلموا. ترجمہ اور اگر کوئی ظالموں کو اس وقت دیکھے الی قولہ اپنی گذشتہ غلط کاریوں پر سخت نادم ہوں گے۔''

استدراک: ''چوں کہ اِس جزا کو شرط کے ساتھ کوئی ربط نہیں، اس حیثیت سے یہ ترجمہ صحیح نہیں۔'' (۴۵)

۳۶-معنی میں بے وجہ تخصیص درست نہیں

''رکوع بست ودوم۔اولئک الذین صدقوا۔ترجمہ: یہی لوگ راست گو ہیں۔''

استدراک: ''یہاں صدق قول وفعل دونوں کو عام ہے تخصیص کی کوئی وجہ نہیں۔اس لیے یہ ترجمہ صحیح نہیں۔'' (۴۶)

۳۷-بالمعروف کا ترجمہ غلط کیا گیا ہے

''والاقربین بالمعروف. ترجمہ: اور رشتہ داروں کو حصہ رسد وصیت کر جاوے۔''

استدراک: '''بالمعروف' کا مفہوم حصہ رسد نہیں، اس لیے یہ ترجمہ صحیح نہیں۔'' (۴۷)

۳۸-ترجمہ تعلیلی کیا گیا ہے جو نادرست

''فَلا اِثْمَ عَلَیْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ. ترجمہ: پھر اس پر کوئی گناہ نہیں۔(اس لیے) کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

استدراک: ''یہاں کوئی حرف تعلیل کا نہیں-جس کا ترجمہ (اس لیے کہ) کیا گیا ہے-نہ مقام مقتضی: بلکہ نہ قابل تعلیل ہے (علت بننے کا موقع اور گنجائش بھی نہیں۔ف) کیوں کہ غفوریہ علت عدم اثم کی نہیں ہو سکتی؛ بلکہ غفوریہ کا اثر رفعِ اثم ہے جو خود مستلزم اثم کو ہے، اس لیے یہ ترجمہ صحیح نہیں۔'' (۴۸)

۳۹-معنی درست نہیں

''رکوع بست وسوم (تیئیسواں)۔فَتَابَ عَلَیْكُمْ. ترجمہ: تم پر تخفیف کردی۔''

استدراک: '''توبہ' کے معنی تخفیف کے کسی طرح درست نہیں، اس لیے یہ ترجمہ صحیح نہیں۔اور تحقق توبہ کا ضمن تخفیف میں اور بات ہے۔'' (۴۹)

۴۰-تخصیص بے وجہ اور مضر ہے

''وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ۔ترجمہ: اُن سے ہم بستر نہ ہونا۔''

استدراک: '''مباشرت' لغت میں بھی اور مقام بیانِ احکامِ اعتکاف میں بھی عام ہے وطی اور لمس وقبلہ (جماع اور چھونے، بوسہ لینے) کو۔یہ تخصیص محض بلاوجہ؛ بلکہ مضر وموہم تخصیص منہی عنہ ہے، اس لیے یہ ترجمہ صحیح نہیں۔'' (۵۰)

۴۱- افعل التفضیل کی رعایت نہیں ہوئی

''رکوع بست وہفتم (ستائیسواں)۔ اَکْبَرُ عِنْدَ اللّٰہِ. ترجمہ: اللہ کے نزدیک بڑا گناہ ہے۔''

استدراک: ''یہ ترجمہ کبر کا ہوسکتا تھا، نہ (کہ) اکبر کا (جو) کہ افعل التفضیل ہے۔ چناں چہ اسی آیت میں اکبر من القتل کے ترجمہ میں اس کی رعایت ہے (چوں کہ افعل التفضیل کی رعایت سے ترجمہ نہیں ہوا،) اس لیے یہ ترجمہ صحیح نہیں۔'' (۵۱)

۴۲- ترجمہ میں الفاظ کی خصوصیات کا لحاظ ضروری ہے

''رکوع بست وہشتم (اٹھائیسواں)۔ اَنْ تَبَرُّوْا۔ ترجمہ: سلوک کردن۔''

استدراک: ''یہ حاصل معنی ضروری ہے، مگر ترجمہ میں الفاظ کی خصوصیات کا لحاظ ضروری ہے اس لیے یہ ترجمہ صحیح نہیں۔'' (۵۲)

۴۳- غیر مقلدی یہ ہی ہے

''بِالَّغْوِ فِیْ اَیْمَانِکُمْ. ترجمہ: بیہودہ قسم پر جو سبقت زبان سے نکل جاتی ہے۔''

استدراک: ''یہ تفسیر مذہب حنفیہ کے خلاف ہے۔ اور اِس سے قریب ہی قروء کی تفسیر حنفیہ کے موافق کی ہے۔ غیر مقلدی یہ ہی ہے۔'' (۵۳)

۴۴- اِجماع مرکب کے خلاف کا اِیہام

''رکوع سی ام (تیسواں) علی الوارث۔ ترجمہ اور دودھ پلانے کا خرچ اگر باپ مر جاوے، تو ایسا ہے اُس کے وارث پر ہے۔''

استدراک: ''متبادر، عبارت سے یہ ہے کہ باپ کے مرنے کے بعد بچہ کے علاوہ باپ کا کوئی وارث بچہ کا کفیل ہوگا۔ پس اگر یہ ہی مطلب ہے، تو غلط ہے۔ کیوں کہ اِجماع مرکب سے یہ ثابت ہے کہ یا خود بچہ کے مال میں کہ وہ باپ کا وارث ہے، یا بچہ کے وارث کے ذمہ یہ اِنفاق واجب ہے۔ اور اگر عبارت مذکورہ کا کچھ اور مطلب ہے جو اس اجماع کے کسی جزو پر منطبق ہو سکے، تو اُس کی توضیح ضروری تھی کہ ایہام خلافِ مقصود کا نہ ہوتا۔ اس اعتبار سے یہ ترجمہ صحیح نہیں۔'' (۵۴)

۴۵- ''رکوع سی ویکم (اکتیسواں) مَتِّعُوْهُنَّ۔ اِس کا ترجمہ چھوڑ دیا گیا ہے یہ بہت بڑی غلطی ہے۔''

۴۶-'' التابوت۔ترجمہ:ایک صندوق۔''

استدراک:''چوں کہ اس میں الف عہد کا ہے اور یہ ترجمہ اس کے خلاف ہے اس لیے یہ ترجمہ غلط ہے۔'' (۵۵)

۴۷-''رکوع سی وسوم (تینتیسواں) غُرفَۃً۔ترجمہ:ایک آدھ چلو پانی۔''

استدراک:''ایک آدھ ہمارے محاورہ میں متعدد قلیل کے لیے موضوع ہے اور غرفہ میں وحدتِ محض مقصود ہے، اس لیے یہ ترجمہ غلط ہے۔''(۵۶)

(اصلاحِ ترجمہ مرزا حیرت:ص۱-۱۰)

حواشی: تمام حواشی بیان القرآن: ج۱، تاج پبلشرز دہلی ۱۹۷۴ء، ری پرنٹ ۱۹۹۴ء سے ماخوذ ہیں۔

(۱)''نہ رستہ اُن لوگوں کا جن پر آپ کا غضب کیا گیا۔''(ص۲)۔(۲)''بس یہ لوگ ہیں ٹھیک راہ پر جواُن کے پروردگار کی طرف سے ملی ہے۔''لفظ''بس'' پر حاشیہ لکھا ہے کہ''بس ہماری زبان میں ثمرۂ کلام پر داخل کیا جاتا ہے۔لہٰذا اشارہ اس طرف ہے کہ''(ص۴)۔(۳)''بے شک جولوگ کافر ہو چکے ہیں''(ص۴)۔(۴)''اُن کی آنکھوں پر پردہ ہے۔''(ص۵)۔(۵)''حالاں کہ وہ بالکل ایمان والے نہیں۔''(ص۷)۔(۶)''لیکن وہ اِس کا شعور نہیں رکھتے۔''(ص۸)۔(۷)''وہ اپنی سرکشی میں حیران سرگرداں ہورہے ہیں۔''(ص۹)۔(۸)''تو سودمند نہ ہوئی اُن کی یہ تجارت۔''(ص۹)۔(۹)''کہ کچھ دیکھتے بھالتے نہ ہوں۔''(ص۹)۔(۱۰)''جہاں ذرا اُن کو بجلی کی چمک ہوئی''(ص۱۱)۔(۱۱)''اور اگر اللہ تعالیٰ ارادہ کرتے''(ص۱۱)۔(۱۵)''اور ملے گا بھی اُن کو دونوں بار کا پھل ملتا جلتا۔''(ص۱۳)۔(۱۷)''بتلاؤ مجھ کو اسماء ان چیزوں کے''(ص۱۹)۔(۱۳)مرزا حیرت دہلوی کا اصل ترجمہ میرے سامنے نہیں ہے۔اس لیے یہ پتہ نہیں کہ مترجم نے سماء اور بناء کا سیاق وسباق میں کیا ترجمہ کیا تھا؟ قواعد کے مطابق بیان القرآن میں دونوں آیتوں کا ترجمہ اس طرح ہے:''بنایا تمہارے لیے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت''(ص۱۱)۔(۱۸)''اور ہو گیا کافروں میں سے''(ص۲۲)۔(۱۹)''پس لغزش دے دی آدم وحوا کو شیطان نے''(ص۲۳)۔(۲۰)''اور کام چلانا''(ص۲۳)۔(۲۱)''یاد کرو تم لوگ''(ص۲۶)۔(۲۲)''اور مدد لو صبر اور نماز سے''(ص۲۸)۔(۲۳)''اور اس (بات) کو (یاد کرو) کہ میں نے تم کو (خاص خاص برتاؤ میں) تمام دنیا جہاں والوں پر فوقیت دی تھی۔''اور یہ ترجمہ بھی ہو سکتا ہے کہ''میں نے تم کو ایک بڑے حصہ مخلوق پر فوقیت دی تھی (مثلاً اُس زمانہ کے لوگوں پر)''(ص۲۹)۔(۲۴)''اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب دی ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب (توریت) اور فیصلہ کی چیز''(ص۳۱)۔(۲۵)''بعض آدمیوں کو (جنھوں نے گوسالہ پرستی کی) قتل کرو''(ص۳۲)۔(۲۶)''سو (اس گستاخی پر) آپڑی تم پر کڑک

بجلی)''(ص۳۲)۔(۲۷)''اورحدِ(اعتدال)سے مت نکلو فساد (وفتنہ) کرتے ہوئے سرزمین میں''(ص۳۵)۔(۲۸)''ساگ'' (ایضاً:ج۱ص۳۵)۔(۲۹)''اسی طرح حق تعالیٰ(قیامت میں)مردوں کو زندہ کر دیں گے''(ص۴۰)۔(۳۰)''سو بڑی خرابی(پیش)آوے گی ان کو۔''(ص۴۳)۔(۳۱)''جو شخص بری باتیں کرتا رہے اور اُس کو اُس کی خطا(وقصور اس طرح)احاطہ کر لے(کہ کہیں نیکی کا اثر تک نہ رہے)''(ص۴۴)۔(۳۲)''(اس طور پر کہ)اُن اپنوں کے مقابلہ میں(اُن کی مخالف قوموں کی)امداد کرتے ہو''(ص۴۵)۔(۳۳)''بجز رسوائی کے دنیوی زندگانی میں''(ص۴۶)۔(۳۴)''سو بہت ہی تھوڑا سا ایمان رکھتے ہیں''(ص۴۷)۔(۳۵)''یہ جو جہالے(خوفِ سزا)اُن اعمال (کفریہ) کے جو اپنے ہاتھوں سمیٹے ہیں''(ص۵۰)۔(۳۶)''اُنہوں نے یہ قرآن آپ کے قلب تک پہنچا دیا ہے''(ص۵۲)۔(۳۷)''جو شخص بجائے ایمان لانے کے کفر (کی باتیں) کرے''(ص۵۹)۔(۳۸)''جو خدا تعالیٰ کی مسجدوں میں(جس میں مکہ کی مسجد،مدینہ کی مسجد،بیت المقدس کی مسجد اور سب مسجدیں آگئیں)اُن کا ذکر(اور عبادت)کیے جانے سے بندش کرے''(ص۶۲)۔(۳۹)''اِن لوگوں کو تو کبھی بے ہیبت(اور بے باک)ہوکر ان (مساجد) میں قدم بھی نہ رکھنا چاہیے تھا(بلکہ جب جاتے،تو نہایت عظمت وحرمت وادب سے جاتے۔جب بے باک ہو کر اندر جانے تک کا اِستحقاق تک نہیں،تو اُس کی ہتکِ حرمت کا تو کب حق حاصل ہے؟اِسی کو ظلم فرمایا گیا۔)''(ص۶۲)۔(۴۰)''اللہ تعالیٰ(خود تمام جہات اور اشیاء کو)محیط ہیں''(ص۶۳)۔(۴۱)''معبد''(ص۶۹)۔(۴۲)''اس لیے ہم (وعدہ کرتے ہیں کہ) آپ کو اُسی قبلہ کی طرف متوجہ کر دیں گے جس کے لیے آپ کی مرضی ہے''(ص۸۲)۔(۴۳)''یہ امر واقعی من جانب اللہ(ثابت ہو چکا) ہے''(ص۸۳)۔(۴۴)''اور جو مومن ہیں اُن کو(صرف)اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہایت قوی محبت ہے''(ص۹۲)(۴۵)''اور کیا خوب ہوتا اگر یہ ظالم(مشرکین)جب(دنیا میں)کسی مصیبت کو دیکھتے،تو(اُس کے وقوع میں غور کرکے)یہ سمجھ لیا کرتے کہ سب قوت حق تعالیٰ ہی کو ہے(اور دوسرے سب اُس کے سامنے عاجز ہیں......)''(ص۹۲،۹۳)۔(۴۶)''یہ لوگ ہیں جو سچے(کمال کے ساتھ موصوف)ہیں''(ص۹۹)۔(۴۷)''معقول طور پر(کہ مجموعہ ایک ثلث سے زیادہ نہ ہو) کچھ کچھ بتلا جاوے(اس کا نام وصیت ہے)''(ص۱۰۱)۔(۴۸)''تو اُس (شخص) پر کوئی(بار) گناہ نہیں ہے(اور) واقعی اللہ تعالیٰ تو (خود گناہوں کے) معاف فرمانے والے ہیں''(۱۰۱)۔(۴۹)''خیر(جب تم معذرت سے پیش آئے،تو)اللہ تعالیٰ نے تم پر عنایت فرمائی اور تم سے گناہوں کو دھو دیا۔''(۱۰۵)(۵۰)''اور اُن بیبیوں(کے بدن سے) سے اپنا بدن بھی(شہوت کے ساتھ)مت ملنے دو''(ص۱۰۶)۔(۵۱)''جرم اعظم ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک''(ص۱۲۳)۔(۵۲)''کہ تم نیکی کے''(ص۱۲۹)۔(۵۳)''اللہ تعالیٰ تم پر(آخرت میں)دارو گیر نہ فرماویں گے تمہاری قسموں میں(ایسی) بیہودہ قسم پر(جس میں بلا قصد جھوٹ بولا گیا)''(ص۱۳۰)۔(۵۴)''اور(اگر باپ زندہ نہ ہو تو)مثل طریق مذکور کے(بچہ کی پرورش کا انتظام)اُس(محرم قرابت دار)کے ذمہ ہے جو(شرعاً بچہ کے)وارث(ہونے کا حق رکھتا)ہو۔'' (ص۱۳۷)۔(۵۵)''وہ صندوق''(ص۱۴۷)۔(۵۶)''ایک چلو بھرے''(ص۱۴۹)

اغلاط حواشی

(تفسیری حواشی سے متعلق اغلاط)

[حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے مرزا حیرت دہلوی کے ترجمہ قرآن کی متذکرہ بالا غلطیاں شمار کرانے کے ساتھ یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ: ''ہر چند کہ ان میں بعضی غلطیاں ایسی ہیں جن سے چشم پوشی ہوسکتی تھی؛ مگر چوں کہ مترجم صاحب اس سے خفیف غلطیوں پر بعض مترجمین سے مواخذہ کر چکے ہیں، اس لیے اُن کے قاعدۂ مسلمہ کے موافق یہ سب اغلاط دارو گیر کے قابل ہیں۔ اور پھر بھی ہم نے عمداً بہت سی لغزشوں سے تعرض نہیں کیا۔'' سطورِ ذیل میں مرزا حیرت کے ترجمہ قرآن میں مندرج تفسیری حواشی سے متعلق غلطیاں پیش کی جاتی ہیں۔ غلطیاں ذکر کرتے وقت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ صفحہ، سطر کا حوالہ بھی دیتے گئے ہیں۔ اگر چہ مرزا حیرت دہلوی کا مذکورۃ الصدر ترجمہ وتفسیری حواشی اس وقت بازار میں ناپید ہیں؛ اس کے باوجود مصلحت کا تقاضا ہوا کہ اُنہیں باقی رکھا جائے (چناں چہ اُنہیں-حواشی میں-درج کردیا گیا ہے) تاکہ جس کسی کو ترجمۂ حسرت دستیاب ہوسکے، اُس کے لیے مقابلہ کرکے دیکھنے کی سہولت مہیا رہے۔ ف]

۱-حقائق کے بیان میں غلطی

تفسیر حیرت: ''چھٹا نام وافیہ ہے۔ اِس سے پایا جاتا ہے کہ نماز معراج مومن ہے''۔ (۱)

استدراک حکیم الامت: ''اسم اور وجہ تسمیہ میں مناسب تو ہونا چاہئے۔ یہاں اُس کا نشان بھی نہیں۔''

تفسیر حیرت: ''علم حقیقت اُس علم کو کہتے ہیں الخ۔'' (۲)

استدراک حکیم الامت: ''اس تفسیر کا کیا مطلب اور کیا سند؟''

تفسیر حیرت: ''علم شریعت کی دو قسمیں الخ۔'' (۳)

استدراک حکیم الامت: ''اصول عقائد کیا چیز ہیں؟ فروع عقائد کیا چیز ہیں؟ پھر علم شریعت کا ان میں انحصار کیا معنیٰ؟''

۲-اِمکان کی نفی نیز قدرت باری تعالیٰ کی نفی

تفسیر حیرت: ''جب تک ہم میں جلب منفعت کی قوت نہ ہوگی ہمیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔'' (۴)

استدراک حکیم الامت: ''نہیں پہنچا سکتا میں امکان وقدرت کی نفی ہوئی۔ حالاں کہ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (۵) نص قطعی ہے۔ یہ اشتراطِ قابلیت خاص فلاسفہ اور معتزلہ کا مذہب ہے جو صریح خلافِ قرآن وخلافِ عقل ہے۔''

۳- غلط معنی کی موہم تفسیر

تفسیر حیرت: ''بن دیکھی چیزوں پر۔الی قولہ: کاش میں ان سے ملتا۔'' (۶)

استدراک حکیم الامت: ''اِس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ صحابہ بن دیکھی چیزوں پر ایمان والے اور الذین یؤمنون بالغیب میں داخل نہ تھے۔نعوذ باللہ منہ۔''

۴-فطرت پرستوں کی موافقت کرنے والی تفسیر

تفسیر حیرت: ''صالحات اُن اعمال مستقیمہ کو کہتے ہیں جن کا ثبوت عقلی دلائل اور کتاب وسنت سے ہوا ہو۔'' (۷)

استدراک حکیم الامت: ''ظاہر عبارت سے متبادر یہی ہے کہ اُن کی استقامت پر تینوں دلائل قائم ہوں۔ اِس سے لازم آتا ہے کہ جو محض دلیل نقلی سے ثابت ہوا ہو، وہ عمل صالح نہیں۔حالاں کہ اکثر فروع شرعیہ اسی قبیل سے (دلیل نقلی سے ثابت شدہ) ہیں یہ صاف مسلک فطرت پرستانِ حال کا ہے۔اور اگر کچھ تاویل کی جاوے تب بھی ایہام باطل کے الزام سے سبکدوشی نہیں ہوسکتی۔''

۵-خوارج اور معتزلہ کے مذاہب کے ایہام والی تفسیر

تفسیر حیرت: ''مگر اصطلاح شرع میں الخ'' (۸)

استدراک حکیم الامت: ''مقسم کا اقسام پر صادق آنا ضروری ہے۔جب مقسم میں خروج عن الطاعۃ کو گناہ کبیرہ کے ساتھ مقید کرلیا گیا، پھر جن چیزوں پر ایمان لانا واجب ہے اُن کا انکار کہ یقیناً کفر ہے، (تو یہ کفر) اس (گناہِ کبیرہ) کی قسم کیوں کر بن سکتی ہے؟ کیوں کہ مرتکب ،کبیرہ کا مؤمن ہی رہتا ہے۔اور اُس کو کافر جاننا خوارج کا مذہب ہے۔اور خارج از ایمان غیر داخل فی الکفر ماننا معتزلہ کا مذہب ہے۔''

۶-تفسیر، جس میں نوبت کفر تک پہنچ گئی

تفسیر حیرت: ''خداوند تعالیٰ کی نسبت ہدایت اور ضلالت کا آنا الخ۔''

استدراک حکیم الامت: ''خدا تعالیٰ کی طرف ہدایت کی نسبت تو (خود قرآن میں) بہت جگہ آئی (ہے)؛ مگر نعوذ باللہ ضلالت کی نسبت کہیں نہیں آئی۔ضلالت کے معنی گمراہ ہونے کے ہیں نہ (کہ) گمراہ کرنے کے۔ اِس قول میں اتنی بڑی غلطی کی ہے کہ کلمۂ کفر تک نوبت پہنچ گئی ہے۔'' (۹)

۷-بدشعوری پرمبنی تفسیر

تفسیر حیرت: ''تعجب کر کے فرماتا ہے۔'' (۱۰)

استدراک حکیم الامت: ''صدور تعجب کا حق جل وعلاشانہ سے محال ہے۔کیوں کہ اِس کا منشاء جہل ہے تَعَالَى اللّٰهُ عَنْ ذٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيرًا (اللہ کی شان اِس سے بہت بہت بلند ہے)۔

۸-دعوی اور اُس کا منشا دونوں غلط

تفسیر حیرت: ''جیسا کہ خدا تعالی کا یہ قول الحمد للہ الی قولہ :اس پر دلالت کرتا ہے۔'' (۱۱)

استدراک حکیم الامت: '''واؤ'' محض عطف کے لیے ہے۔ترتیب کا اُس میں لحاظ نہیں۔اِس لیے اِس دلالت کا دعوی محض غلط ہے''۔

۹-منشائے تفسیر باطل ہے

تفسیر حیرت: ''نسیان اگر چہ اس الخ'' (۱۲)

استدراک حکیم الامت: ''یہ مبنی ہے حکما کے قول پر،جس کا منشاء قضیہ کفریہ اَلْوَاحِدُ لَا يَصْدُرُ عَنْهُ اِلَّا الْوَاحِد ہے۔پس یہ بناء الفاسد علی الفاسد تفسیر قرآن میں سراسر باطل ہے۔'' (۱۳)

۱۰-فاش غلطی

تفسیر حیرت: ''کسی چیز کا بھول جانا اُس کے ترک کو لازم ہوتا ہے۔'' (۱۴)

استدراک حکیم الامت: بھول جانا تو ترک کو لازم نہیں ہوتا؛البتہ ترک بھول جانے کو لازم ضرور ہے۔یہ فاش غلطی ہے۔پھر آگے چل کے اِس قول میں ''تو جس طرح ملزوم کا لازم میں'' نسیان کو ملزوم اور ترک کو لازم مان لیا ہے جو اوپر کے دعوی کے بالکل خلاف ہے۔کلام میں تعارض ہونا،یہ دوسرا افساد ہے۔''

۱۰-متکلم فیہ

تفسیر حیرت: ''حضرت موسی اور اُن کے ایک سال بعد حضرت ہارون نے بھی یہیں وفات پائی۔'' (۱۵)

استدراک حکیم الامت: ''علمائے اسلام نے تصریحاً لکھا ہے کہ حضرت ہارون نے حضرت موسی علیہ السلام سے قبل وفات پائی۔''

۱۱-تخصیص بے دلیل

تفسیر حیرت: ''بقل الخ۔'' (۱۶)

استدراک حکیم الامت: ''اول بقل کی قید پر دلیل مطلوب ہے۔پھر پودینہ وغیرہ کا لغت اس میں داخل نہ ہونا جیسا کہ لفظ ''مگر'' اور ''بھی'' سے معلوم ہوتا ہے محتاج دلیل ہے۔''

۱۲-اُغلوطہ

تفسیر حیرت: ''نصران جیسے ندبان اور نصرانۃ ندمانہ کی جمع ہے۔'' (۱۷)

استدراک حکیم الامت: ''نصران کی جمع تو بے شک ہے۔ مگر نصرانۃ کی جمع کسی نے نہیں کہا جیسا محشی نے کہا ہے۔''

۱۳-الفاظ وتعبیر کی بے احتیاطی بھی ایک مغالطہ

تفسیر حیرت: ''اور تمام عمر نیک اعمال میں گذار دی۔'' (۱۸)

استدراک حکیم الامت: ''تو اِس حساب سے جو صحابہ یا دوسرے مسلمان جدید الاسلام ہیں، نعوذُ باللہ وہ مستحقِ جنت نہ ہونا چاہئیں۔ کیوں کہ اُن کا ایک حصہ عمر کا - جو قبلِ قبولِ اسلام تھا - نعوذ باللہ وہ نیک اعمال میں نہیں گذرا۔ اِس میں صحابہ کی طرف کیسے امر قبیح کی نسبت لازم آتی ہے۔''

۱۴-غیر صحیح امر کا قرآن کی طرف منسوب کرنا درست نہیں

تفسیر حیرت: ''انہیں بالکل لاشئ محض ثابت کردیا ہے۔'' (۱۹)

استدراک حکیم الامت: سحر کا مؤثر ہونا احادیث صحیحہ میں مذکور ہے اور مشاہدہ سے ثابت۔ پھر اُس کا لاشئ محض اور بے اثر مطلق ہونا کس طرح صحیح ہوگا؟ اور ایسے غیر صحیح امر کا قرآن کی طرف منسوب کرنا کیسے جائز ہوگا؟ بلکہ خود قرآنی نص وَمَا هُمْ بِضَارِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ، [یہ (ساحر) لوگ اِس (سحر) کے ذریعہ سے کسی کو (ذرہ برابر) بھی ضرر نہیں پہنچا سکتے؛ مگر خدا ہی کے (تقدیری) حکم سے] (بیان القرآن جلد۱ص ۵۶۔ف) اس کی تاثیر کا اثبات کررہی ہے۔''

۱۵-فطرت پرستوں کا مسلک

تفسیر حیرت: ''جتنی قابلیت بڑھتی گئی الخ'' (۲۰)

استدراک حکیم الامت: ''یہ خاص فطرت پرستوں کا مسلک ہے کہ طبیعت ہمیشہ ترقی کرتی ہے۔ اور اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ ہر شریعتِ متاخرہ ہر شریعتِ متقدمہ سے افضل واکمل ہو۔ حالاں کہ اِس پر کوئی دلیل عقلی ونقلی قائم نہیں۔''

۱۶-مسئلہ کے بیان میں غلطی

تفسیر حیرت: ''اُس کی کھال کو بیچ کر چربی کو چراغ میں جلا کر الخ'' (۲۱)

استدراک حکیم الامت: ''مردار کی کھال سے مطلقاً اِنتفاع جائز نہیں، جیسا قول مذکور سے (اس حکم کے بر خلاف جواز) معلوم ہوتا ہے؛ بلکہ دباغت شرط ہے۔اور چربی تو کسی طرح جائز نہیں ہے۔(دباغت کے بعد مردار کی کھال کا جائز ہونا اور مردار کی چربی کا ہر حال میں ناجائز ہونا) ان دونوں مسئلوں کی نقل میں غلطی ہوئی ہے۔''

۱۷-قید و اِستثنا کی تصریح ضروری ہے

تفسیر حیرت: ''مچھلی الخ'' (۲۲)

استدراک حکیم الامت: طافی (ایک خاص قسم کی مچھلی) اِس حلت سے مستثنیٰ ہے۔اس قید کی تصریح ضروری تھی۔''

۱۸- منسوخ ہونے کی صراحت ضروری ہے

تفسیر حیرت: ''اب وصیت کے احکام الخ'' (۲۳)

استدراک حکیم الامت: ''اس تمام تر مضمون میں اس حکم کا نسخ بیان نہیں کیا جس سے ناواقفوں کو شبہ پڑسکتا ہے کہ اب بھی یہ حکم باقی ہوگا۔اور صرف اس قدر لکھ دینا کافی نہیں کہ اُس وقت تک میراث کی آیت نازل نہ ہوئی تھی۔کیوں کہ اِس سے تو صرف تقدم تاخر نزول کا معلوم ہوا، بقاء یا نسخ پر ہرگز دلالت نہیں۔''

۱۹-الفاظ و تعبیر کا ایک اور مغالطہ ہے

تفسیر حیرت: ''تو پھر قتل ضروری نہیں۔'' (۲۴)

استدراک حکیم الامت: ''ضروری نہیں یا جائز ہی نہیں۔ضرورت کی نفی سے محاورات میں جواز کا شبہ ہوتا ہے حالاں کہ جواز بھی منفی ہے۔''

۲۰-شرطِ اِجتہاد کے بغیر اجتہاد

تفسیر حیرت: ''اگر کوئی تاویل الی قولہ معاف کردیں۔'' (۲۵)

استدراک حکیم الامت: ''اگر یہ اجتہاد ہے،تو-بوجہِ فقدانِ شرائط کے-غیر مقبول ہے۔اور اگر تقلید ہے تو کس کی ہے؟ اگر امام صاحب کی ہے، تو اُس کی سند چاہیے۔اور اگر کسی اور کی ہے تو-ضمن مسائلِ حنفیہ میں بیان کرنا-وہمِ نسبت الی الامام کا ہے (امام ابوحنیفہ کی طرف نسبت کا وہم پیدا کرتا ہے)، اس لیے ہر صورت قابل مواخذہ ہے۔''

۲۱-تفسیر یا تو بے معنی ہے، یا دوسری آیت سے متعارض ہے

تفسیر حیرت: ''انہوں نے گذشتہ سال میں الخ'' (۲۶)

استدراک حکیم الامت: ''اگر اِس کو علت قرار دیا جائے، تو یہ آیت بے معنی ہوئی جاتی ہے۔ ولا تقاتلوهم عند المسجد الحرام

[اور اُن کے ساتھ مسجدِ حرام (یعنی کعبہ) کے قرب (ونواح) میں (کہ حرم کہلاتا ہے) قتال مت کرو جب تک کہ وہ لوگ وہاں تم سے خود نہ لڑیں۔ (بیان جلد ا ص ۱۰۹)] الخ۔ اِس مضمون کی تصحیح نقل بہ ذمہٴ ناقل ہے۔ اور بر تقدیر تصحیح کے-بہ وجہ تعارض آیتِ مذکورہ کے- اِس نقل کو ترک کرنا ضروری ہے۔''

۲۲- تخصیص مرادِ قرآنی کے خلاف

تفسیر حیرت: ''جو شخص متمتع ہو، اُس کو ایسی حالت میں الخ'' (۲۷)

استدراک حکیم الامت: ''اِس سے اوپر مسئلہ اِحصار کا مذکور ہے۔ پس ایسی حالت سے مراد وہی اِحصار ہوگا۔ اِس تقریر پر یہ حکم اُس متمتع کا ہوا جو مُحصر ہے۔ حالاں کہ (صرف مُحصِر کا نہیں؛ بلکہ) مطلق تمتع کا یہ حکم ہے۔ اور قرآن مجید کا کلمہ فَـاِذَآ اَمِنتُم اِس تخصیص کی نفی کر رہا ہے۔ [قرآن مجید کا مضمون یہ ہے: ''پھر جب تم امن کی حالت میں ہو......تو (اس صورت میں حج وعمرہ کی قربانی کرنا ہر ایک کے ذمہ نہیں ہے۔ بلکہ خاص) جو شخص عمرہ سے اُس کو حج کے ساتھ ملا کر متمتع ہوا ہو (یعنی ایامِ حج میں عمرہ بھی کیا ہو) تو (فقط اُس کو ضرور ہے کہ) جو کچھ قربانی میسر ہو (ذبح کرے اور جس نے صرف عمرہ کیا ہو، یا صرف حج کیا ہو اُس پر حج یا عمرہ کے متعلق کوئی قربانی نہیں۔ (بیان القرآن جلد ا: ص ۱۱۲)۔ اِسی طرح اِس مسئلہ کے ضمن میں یہ کہنا کہ (''اس لیے کہ جو وہیں رہتے ہیں، اُن کو اِس کی کیا ضرورت ہے، دوسرے سال اِس کی قضاء کر سکتے ہیں'') اِس امر کی صاف تصریح کر رہا ہے کہ اُس حکم کو بھی (جو مطلق تمتع کا ہے) محصر کے متعلق سمجھا ہے۔ حالاں کہ بالاجماع یہ غلط ہے۔ محصر کے لیے ہدی کے عوض نہ صیام ہے، نہ قادر علی القضاء کے لیے اِحصار میں ہدی معاف ہے۔ ذالك کا مشار الیہ نفس تمتع یا وجوب ہدی وصیام ہے علی الاختلاف المذہبین۔'' [قرآن میں مضمون اِس طرح ہے: ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ اَهْلُه حاضِرِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (......ابھی جو حج وعمرہ کے ملانے کا ذکر ہوا) یہ (ملانا ہر ایک کو درست نہیں؛ بلکہ خاص) اُس شخص کے لیے (درست ہے) جس کے اہل (وعیال) مسجد حرام (یعنی کعبہ) کے قرب (ونواح) میں نہ رہتے ہوں۔'' (بیان القرآن جلد ا؛ ص ۱۱۲)

۲۳- بے دلیل شرط: احکام شرعیہ میں دست اندازی

تفسیر حیرت: ''بشرط کہ الخ۔'' (۲۸)

استدراک حکیم الامت: ''اِس شرط کی کیا دلیل ہے؟ عموم نصوص وواقعات نبویہ وصحابہ اِس اشتراط کی نفی کر رہے ہیں۔ یہ احکام شرعیہ میں دست اندازی ہوئی۔''

۲۴-بہ بین تفاوت رہ کجاست تا بہ کجا!

تفسیر حیرت: ''بیہقی میں الخ۔'' (۲۹)

استدراک حکیم الامت: محض افترا ہے. جماد الاخریٰ میں یہ لشکر گیا ہے اور اخیر تاریخ میں قتال ہوا ہے. جس میں یکم رجب ہونے کا شبہ ہوگیا تھا۔ مصرع:

بہ بین تفاوتِ رہ کجاست تا بہ کجا!''

۲۵-تخصیص ضروری تھی

تفسیر حیرت: ''صرف انگور کی شراب کو کہتے ہیں الخ۔'' (۳۰)

استدراک حکیم الامت: ''اطلاق (''صرف انگور'' کہنا) صحیح نہیں ؛ بلکہ خام (کچا) کی قید بھی ہے۔ (یعنی کچے انگور کی شراب)''

۲۶-ضروری شرط نہ ہونے سے شریعت کی غلط ترجمانی

تفسیر حیرت: ''اس قدر انتظار کرنا چاہئے کہ جس میں غسل ہو سکے۔'' (۳۱)

استدراک حکیم الامت: اِس میں یہ بھی شرط لگانا ضرور(ی) ہے کہ اُس کے ذمہ ایک نماز واجب ہوجاوے۔ (اِس شرط کے نہ لگانے میں خرابی یہ ہے کہ مثلاً) فرض کیا جاوے (کہ) بعد طلوعِ آفتاب عورت پاک ہوئی۔ قول مذکور پر (مدتِ غسل کے بہ قدر اِنتظار میں) تو چاہئے کہ مثلا ایک گھنٹہ کے بعد صحبت حلال ہوجاوے، حالاں کہ یہ حکم نہیں ہے (کیوں کہ اِس صورت میں صحبت حلال نہ ہوگی)۔ بلکہ (حکم یہ ہے کہ) یا تو غسل کرے، یا ظہر کی نماز اُس کے ذمہ واجب ہوجاوے۔ اور درمیانی گھنٹوں میں وہ عورت حلال نہ ہوگی بالا جماع۔''

۲۷-نقل وعقل دونوں کی خلاف ورزی

تفسیر حیرت: ''اور وہ بات مجھ کو اچھی معلوم ہوگی۔'' (۳۲)

استدراک حکیم الامت: ''حدیث میں توارى غيرها خير امنها آیا ہے. جس کا ترجمہ یہ ہونا چاہئے کہ ''اور اس کی خلاف بات مجھ کو اچھی معلوم ہوگی''۔ اور عقل کے موافق بھی یہی ہے۔ کیوں کہ جس بات پر قسم کھائی ہے اور وہی شرعاً اچھی بھی معلوم ہوئی، تو پھر قسم توڑنے کی کون ضرورت ہے؟ غرض اِس ترجمہ میں نقل وعقل دونوں کے خلاف کیا گیا ہے۔''

۲۸-فیِ کی شرائط پایا جانا ضروری ہے، نہ کہ صلح

تفسیر حیرت: ''چار مہینے کے اندر صلح ہو جاوے۔'' (۳۳)

استدراک حکیم الامت: ''صلح تو رنجش کے رفع ہونے کو کہتے ہیں۔ حالاں کہ فیِٔ کے شرائط اور ہیں، گو رنجش رفع نہ ہو۔ اور بدون وجودِ ان شرائط کے، عورت حلال نہ ہوگی، گو رنجش رفع ہو جاوے۔''

۲۹-شرعی حکم میں تحریف

تفسیر حیرت: ''طلاق دے دو۔ عرفِ شریعت میں اِس کو خلع کہتے ہیں۔''

استدراک حکیم الامت: خلع میں اختیار وقصد سے طلاق دینے کی ضرورت نہیں جیسا لفظ ''دے دو'' سے مترشح ہے۔ ''یہ احکام شرعیہ میں تحریف ہے۔'' (۳۴)

۳۰-عقد خود تفریق کا باعث ہے

تفسیر حیرت: ''طلاق دے دو۔'' (۳۵)

استدراک حکیم الامت: ''طلاق دینے کی ضرورت نہیں یہ عقد خود متفرق ہے۔''

۳۱-تفسیر صحیح نہیں

تفسیر حیرت: ''خواہ وہ اُس کی بی بی ہو یا کوئی غیر الخ۔'' (۳۶)

استدراک حکیم الامت: ''بی بی بلکہ معتدہ کو بھی دودھ پلائی پر معاوضہ لینا حرام ہے۔ اور اُس کے بعد یہ کہنا -کہ اگر شوہر غریب ہو: الی قولہ ضروری ہے۔'' -صحیح نہیں۔ اگر یہ ضرورت دیانۃً ہے تو شوہر کے مالدار ہونے پر بھی ضرور(ی) ہے۔ اور اگر قضاءً ہے، تو شوہر کے غریب ہونے پر بھی ضرور(ی) نہیں۔ پس یہ کہنا کسی حال میں صحیح نہ ہوا۔''

۳۲-حکم خود تراشیدہ اور معارضِ نص

تفسیر حیرت: ''مہر مثل کا نصف الخ۔'' (۳۷)

استدراک حکیم الامت: ''یہ مسئلہ تو خود آیت میں منصوص ہے "مَتِّعُوْهُنَّ" صریح مذکور ہے جس کا ترجمہ بھی بین السطور (ترجمہ حیرت میں) چھوڑ دیا گیا ہے۔ مہر مثل کا نصف بالکل تراشیدہ حکم معارض نص کے ہے۔ البتہ اُس کے طرفین کو فقہاء نے محدود فرمایا ہے۔ اوساط محدود نہیں۔'' (یہاں تفصیل درج نہیں کی جارہی ہے۔ مسئلہ کی وضاحت اہلِ فقہ و اِفتا سے معلوم کرنا چاہیے۔ ف)

۳۳-خلطِ مبحث

تفسیر حیرت: ''مگر مجاہد وغیرہ کہتے ہیں: الی قولہ تم وصیت کر جاؤ۔''

استدراک حکیم الامت: ''وصیت تو مجاہد کے نزدیک بھی واجب نہیں، پھر منسوخ کیوں نہ کہیں گے؟ البتہ عدت کے بارہ میں تعارض ونسخ کی نفی ممکن ہے۔ پس مترجم کا یہ کہنا کہ مجاہد منسوخ نہیں کہتے اور عدم نسخ کی تقریر میں وصیت کا حکم لانا کس قدر خلط مبحث ہے۔ اور اگر تاویل کی جاوے کہ مراد عدم تعارض در باب عدت ہی کے ہے۔ اور وصیت منسوخ ہے، تو مطلقاً یہ کہنا کہ- مجاہد منسوخ نہیں کہتے- غلط ہے۔ اگر (''در بابِ عدت'' کی قید لگاتے اور) یہ کہتے کہ در بابِ دعت منسوخ نہیں کہتے- کیوں کہ وہ فرع تعارض کی ہے، جہاں تعارض نہیں نسخ بھی نہیں- تو البتہ کلام مصرح ہوتا۔ اور وصیت کے باب میں منسوخ ہونے پر اتفاق نقل کرنا چاہیے تھا۔''

۳۴-اِس تفسیر کی رو سے منسوخ حکم اب بھی باقی ہے

تفسیر حیرت: ''یہاں تبرعاً مذکور ہے۔'' (۳۸)

استدراک حکیم الامت: ''مترجم صاحب اِس آیت کے حکم کو اب بھی باقی سمجھتے ہیں اور تبرع پر محمول کرتے ہیں۔ حالاں کہ جب اُس کو صاحبِ میراث مان لیا اور وارث کے لیے تبرع کی وصیت کا ناجائز ہونا مشہور و مسلم مسئلہ ہے، پھر یہ (حکم کا تبرع پر) حمل کس طرح صحیح ہوسکتا ہے؟ یہ احکام کی تحریف ہے فقط۔''

حواشی: ☆حاشیہ ص ۳۔ (۱) ص ۲ سطر ۹ (۲) ایضاً سطر ۳۷ (۳) ایضاً سطر ۴۰ (۴) صفحہ ۴ سطر ۲۴ (۵) یعنی ہر طرح کی قدرت ہے، سو ضعفاء کو قدرت اور سلطنت دے دینا کیا مشکل ہے: بیان جلد ۲ ص ۱۰ (۶) صفحہ ۴ سطر ۲۵ (۷) صفحہ ۶، سطر ۳۳ (۸) صفحہ ایضاً، سطر ۴۲ (۹) صفحہ ۷، سطر ۱۷۔ (۱۰) صفحہ ۷، سطر ۲۲۔ (۱۱) صفحہ ۷، سطر ۴۲۔ (۱۲) صفحہ ۹، سطر ۴۲۔ (۱۳) اِس مضمون کا سمجھنا تفسیر حیرت کی عبارت پر موقوف ہے اور وہ موجود نہیں) (۱۴) صفحہ ایضاً، سطر ۴۳۔ (۱۵) صفحہ ۱۱، سطر ۱۳۔ (۱۶) صفحہ ۱۱، سطر ۱۲۔ (۱۷) صفحہ ۱۱، سطر ۲۱۔ (۱۸) صفحہ ۱۴، سطر ۱۴۔ (۱۹) صفحہ ۱۷، سطر ۳۶۔ (۲۰) صفحہ ۱۸، سطر ۳۱۔ (۲۱) صفحہ ۳۷، سطر ۲۷۔ (۲۲) صفحہ ۳۷، سطر ۶ ۳۔ (۲۳) صفحہ ۱۱، سطر اول۔ (۲۴) صفحہ ۱۱، سطر ۱۵۔ (۲۵) صفحہ ۱۱، سطر ۱۶۔ (۲۶) صفحہ ۳۱، سطر ۴۰۔ (۲۷) صفحہ ۳۳، سطر ۴ ۲۔ (۲۸) صفحہ ۳۵، سطر ۴۴۔ (۲۹) صفحہ ۳۶ ف، سطر ۹۔ (۳۰) صفحہ ۳۶، سطر ۴۲۔ (۳۱) صفحہ ۳۷، سطر ۴۲۔ (۳۲) صفحہ ۳۸، سطر ۲۔ (۳۳) صفحہ ۳۸، سطر ۸، ۴۱۔: (۳۴) صفحہ ۳۸، سطر ۱۶۔ (۳۵) صفحہ ۳۹، سطر ۲۳۔ (۳۶) صفحہ ۴۰، سطر ۱۸۔ (۳۷) صفحہ ۴۱، سطر ۲ ۳۔ (۳۸) صفحہ ۴۲، سطر ۱۱۔

(جاری......)

چھٹی قسط: ۲۱ ربیع الثانی ۱۴۴۱ھ / ۱۹ دسمبر ۲۰۲۱ء (حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تفسیر)

بیان القرآن کا مطالعہ

مولانا حکیم فخر الاسلام

گزشتہ صفحات میں حکیم الامتؒ کی تنقیدات کے حوالہ سے عصرِ حکیم الامت کے بعض ایسے تراجم و تفاسیر کا جائزہ پیش کیا گیا تھا جو خلافِ قواعدِ شرعیہ تھے اور جو ایک درجہ میں حکیم الامتؒ کی تفسیر کی وجہِ تصنیف بنے تھے۔ مذکورہ تنقیدات کا جائزہ لینے پر یہ باتیں کھل کر سامنے آئیں کہ جن تراجم کے بامحاورہ ہونے کی شہرت ہے، اُن میں عقیدے میں اِلتباسات اور دیگر چند در چند خرابیاں، خود زبان اور محاوروں کی راہ سے موجود ہیں، اُن میں سے بعض یہ ہیں:

۱-عقیدوں میں اِلتباسات اور فکری اِنحرافات

۱-فرشتوں کی جسمیت اور اُن کے لطیف مادہ سے بنے ہونے کا اِنکار۔ (اصلاح ترجمہ دہلویہ ص ۳)

۲-جنات کی پیدائش کے باب میں قرآن کی یہ صراحت کہ: جن (یعنی اُس نوع کی اصل ابوالجان کو...... آگ سے کہ وہ (غایتِ لطافت کی وجہ سے) ایک گرم ہوا تھی پیدا کر چکے تھے (مطلب یہ کہ چوں کہ اُس آگ میں اجزائے دُخانیہ نہ تھے، اِس لیے وہ مثل ہوا کے نظر نہ آتی تھی۔ کیوں کہ آگ کا نظر آنا اجزائے کثیفہ کے اِختلاط سے ہے۔ (بیان القرآن، جلد ۶ ص ۲۵ تاج پبلشر دہلی ۱۹۰۴ء)۔ اِس صراحت کے ہوتے ہوئے، ''نــار'' کے حقیقی معنی آگ...... چھوڑ کر گرمی کے معنی لینا''۔

۳-منقول تفسیر سے بے دلیل گریز۔ مثلاً: ''آپ نے خاک کی مٹھی (اُن کی طرف) نہیں پھینکی؛ لیکن (ہاں اِس [موثریت کے: ف] مرتبہ میں) اللہ تعالیٰ نے (واقعی) وہ پھینکی۔'' کی جگہ تیر چلانا سے ترجمہ کرنا۔

۴-خدا تعالیٰ کی ایک خاص صفت تعمیمِ قدرت کے اِنکار کا رُجحان۔

☆ مثلاً رعد و ملائکہ کی تسبیح، تحمید، پہاڑ اور پرندوں کا حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ ذکر کرنے میں یہ تاویل کہ ''ہر ایک مخلوق اپنے خالق کی ہستی اور قدرت پر دلالت کرتا ہے یہی اُس کی تسبیح اور تقدیس ہے۔''

☆ قرآن کا یہ مضمون کہ: ''اے پہاڑو داود کے ساتھ بار بار تسبیح کرو (یعنی جب یہ ذکر میں مشغول ہوں، تم بھی ان کا ساتھ دو۔ (بیان القرآن جلد ۹ ص ۴۷)، کے معنی ''پہاڑ گونج اٹھے''۔

☆ زمین، آسمان، پہاڑ کا ''امانت'' اٹھانے سے اِنکار کے باب میں قرآن نے صراحت کی ہے کہ: ''ہم نے یہ امانت (یعنی احکام جو بہ منزلۂ امانت کے ہیں) آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی تھی (یعنی اُن میں کچھ شعور پیدا کر کے- جو کہ اب بھی ہے- اُن کے رو بہ رو اپنے احکام اور بہ صورت ماننے کے اُس پر اِنعام و اِکرام اور بہ صورت نہ ماننے کے اُس پر تعذیب و ایلام پیش کر کے اُن کو لینے نہ لینے کا اختیار دیا اور حاصل اس پیش کرنے کا یہ تھا کہ اِن احکام کو اپنے ذمہ رکھتے ہو، تو اُن کے موافق عمل کرنے کی صورت میں تم کو ثواب ملے گا اور خلاف کرنے کی صورت میں عذاب ہوگا اور اگر نہیں لیتے، تو مکلّف نہ بنائے جاؤ گے اور ثواب و عذاب کے بھی مستحق نہ ہو گے۔ تم کو دونوں اِختیار ہیں کہ اس کو نہ لینے سے نافرمان نہ ہو گے۔ جس قدر اُن میں شعور تھا وہ اِجمالاً اِس قدر مضمون سمجھ لینے کے لیے کافی تھا۔ چوں کہ اُن کو اختیار بھی دیا گیا تھا)، سو اُنہوں نے (خوفِ عذاب کے سبب اِحتمالِ ثواب سے بھی دست برداری کی۔ اور) اُس کی ذمہ داری سے انکار کر دیا اور اُس کی (ذمہ داری) سے ڈر گئے۔'' (بیان القرآن جلد ۹ ص ۷۰) کے اِس صراحت کے ہوتے ہوئے یہ معنی بیان کیے گئے کہ ''انہوں نے بزبانِ حال اس (امانت) کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے۔''

☆ جب قرآن کریم میں خدا تعالیٰ کی قدرت کا بیان اِس طرح کیا گیا ہے کہ ''کیا تم لوگ اُس [خدا سے: ف] بے خوف ہو گئے ہو- جو کہ آسمان میں (بھی اپنا حکم اور تصرف رکھتا) ہے- کہ وہ تم کو (مثل قارون کے) زمین میں دھنسا دے'' [ظاہر ہے کہ طبعی میکانیہ کے بغیر ہی وہ اپنی قدرت کا اِظہار کر سکتا ہے۔ اُسے دھنسانے کے لیے دلدل بنانے کی بھی ضرورت نہیں۔ ف] اِس کے لیے یہ کہنا کہ زمین (دل دل بنا کر) اُس میں تم کو دھنسا دے۔

☆ قوانینِ فطرت سے ماوراء خدا تعالیٰ کی قدرت کے اِظہار کے لے قرآن نے وضاحت کی ہے کہ ''اُس نے (ممکنات میں سے) ہر (موجود) چیز کو پیدا کیا۔ پھر سب کا الگ الگ انداز رکھا''۔ (بیان القرآن جلد ۸ ص ۳۹)۔ لیکن اِس کی جو تفسیر ڈپٹی صاحب نے کی تھی۔ اُس کے متعلق حکیم الامت نے یہ اِستدراک فرمایا تھا کہ ''اِس سے تائید عقیدۂ فطرت پرستی کی ہوتی ہے۔''

عقیدۂ فطرت پرستی کی یہ وہ تائید ہے جسے ہندوستان میں سب سے پہلے سر سید احمد خاں نے اپنی تفسیر میں اور شبلی نے مضمون ''قضا و قدر'' میں قوت و اِصرار کے ساتھ اِستدلالی رنگ میں اختیار کیا تھا۔ (اصلاح ترجمہ دہلویہ ص ۱۴، ۱۹، ۲۰، ۲۸، ۲۷، ۳۳، ۴۴، ۳۵)۔

۵- سائنسی مزاحمت کے خوف سے نصوص کو دل تنگ ہو کر ماننا۔ مثلاً قرآن کریم نے یہ صراحت کی ہے کہ: ''ہم نے اِس قریب والے آسمان کو ستاروں سے زینت دی اور (اِستراقِ شیاطین :[شیاطین کے خبریں چُرا کر بھاگنے: ف] سے) اُس کی حفاظت کی۔'' یعنی ''اُس (آسمان) کو (اِن ستاروں کے ذریعہ) سے ہر شیطان مردود سے محفوظ فرمایا۔'' (بیان القرآن جلد۱۰ ص ۵۳، جلد ۶ ص ۲۳، جلد ۸ ص ۳۹) اِس خبر کو'' دل تنگ ہو کر ماننا۔'' اور'' داخل اَسرار الٰہی'' بتانا۔ (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۲۹) اور کبھی کان دبا کر سن لینے کی تلقین و ہدایت کے ساتھ'' عاجزانہ دب کر ماننا''۔ (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۲۹، ۳۰)

۶- نبوت کی صاف و بے غبار دلیل معجزہ ہے۔ لیکن ڈپٹی صاحب کی تفسیر میں اِس امر کی فضا سازگار کی گئی ہے کہ معجزہ دلیلِ نبوت نہیں: جیسا کہ یہ لکھ دیا گیا کہ ''معجزہ کوئی ایسی مستحکم دلیل نہیں ہو سکتی جس پر زور دیا جائے۔'' (اصلاح ترجمہ دہلویہ ص ۲۲)۔

☆ پیغمبر کا اپنی ذاتی رائے کو وحی قرار دینا اللہ پر بہتان ہے جس کا کسی نبی میں احتمال نہیں۔ پھر اس کو رسالت کی محکم دلیل تسلیم کرنا مفسر کے تفسیری مغالطوں اور تفسیر بالرائے کے نمونوں میں سے ہے۔ (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۲۶)

۷- تفسیرِ نذیری میں بعض موقعوں پر معتزلہ کے مذہب کی تائید کی گئی ہے جس کا اِستدراک کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے۔ ''اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر کسی کے استحقاق کا قائل ہونا معتزلہ کا مذہب ہے۔'' (اصلاح ترجمہ دہلویہ ص ۲۴)۔

۸- کسی شرعی، لغوی، عقلی ضرورت کے بغیر الفاظ کے ظاہری معنی چھوڑ کر مجازی معنی اختیار کرنا:

الف- لوحِ محفوظ سے مراد علمِ الٰہی بتانا اور ظاہرِ معنیٰ'' تختی'' کو لفظ پرستی کہنا۔ (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۲۵)

ب- ''سدرۃ المنتہیٰ'' کے متعلق'' حدیثوں میں آیا ہے کہ یہ ایک درخت ہے بیری کا ساتویں آسمان میں۔ عالمِ بالا سے جو احکام و ارزاق [ہدایات اور رزق: ف] وغیرہ آتے ہیں، وہ اول ''سدرۃ المنتہیٰ'' تک پہنچتے ہیں، پھر وہاں سے ملائکہ زمین پر لاتے ہیں۔ اِسی طرح یہاں سے جو اعمال صعود کرتے [چڑھتے] ہیں وہ بھی ''سدرۃ المنتہیٰ'' تک پہنچتے ہیں، پھر وہاں سے اوپر اُٹھا لیے جاتے ہیں۔'' (بیان القرآن جلد ۱۱ ص ۴۷) حدیثوں کی اِس اطلاع کی روشنی میں، جب قرآن مجید میں ایک چیز کی خبر صاف صاف لفظوں میں دے دی گئی اور اُس میں کسی قسم کا اِشکال نہ ہونے کی وجہ سے کسی تاویل کی ضرورت بھی نہیں، پھر'' اُس کو داخل اسرار کہنا کس وجہ سے صحیح ہوگا؟'' ''شہاب'' کی بحث میں جو تحقیق ہے وہی تحقیق یہاں بھی ہے۔ (اصلاح ترجمہ دہلویہ: ص ۳۰، ۳۱)

ج-''ہم اُن کے لیے زمین سے ایک (عجیب) جانور نکالیں گے کہ وہ اُن سے باتیں کرے گا کہ (کافر) لوگ ہماری (یعنی اللہ تعالی کی) آیتوں پر (بالخصوص جو آیتیں قیامت کے متعلق ہیں، اُن پر) یقین نہ لاتے تھے (سو اب قیامت قریب آ پہنچی ہے، چناں چہ ایک علامت اُس کی میرا ظہور ہے۔)'' قرآن نے اِس واقعہ کی خبر دی ہے۔ اور حکیم الامت فرماتے ہیں: ''جن چیزوں کے وقوع کی خبر وحی سے دی گئی ہے قبل وقوع کے بھی اُس کی تصدیق فرض ہے۔ پس یہ کہنا صحیح نہیں کہ ''اس کی تصدیق اس کے وقوع ہی سے ہوسکتی ہے۔'' (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۲۴، ۲۵) اِس سے یہ اصول معلوم ہوا کہ: منصوص واقعہ کا اِظہار موہمِ شک عنوان سے درست نہیں۔

۹-علم ہیئت کی فرضیات سے تفسیر کرنا: (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۳۴)

۱۰-امرِ منصوص کے باطل ہونے کا ایہام پیدا کرنا: (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۲۷)

۱۱-نسخ اور اِجماع سے بے اِلتفاتی اور ضروریاتِ دین میں دست اندازی (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۴)

۱۲-اِنکارِ اِجماع کے پردہ میں احکام شرع میں کمی، زیادتی کا رجحان (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۲۳)

۱۳-قیاس کے نام پر منصوص میں تصرف (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ۹، ۱۰)

۲-مغرب کے ''فطری مذہب'' سے اثر پذیری

۱۸ویں صدی عیسوی میں مغرب میں ''فطری مذہب'' کے جو اصول وضع کیے گئے، اُن میں یہ طے کیا گیا کہ:

☆-عبادات کے یہ معنی قرار دیے جائیں کہ وہ مقصود بالذات نہیں ہیں؛ بلکہ عبادات سے خود نوعِ انسانی کا فائدہ مقصود ہے اور یہ کہ عبادات حدِ اعتدال سے متجاوز نہ ہوں۔

یہ ''اعتدال'' کیا چیز ہے؟ اِس کو اِس اصول میں واضح کیا گیا ہے کہ:

☆ دینی اور دنیوی فرائض میں ایک سے دوسرے کو ضرر نہ پہنچے؛ بلکہ ایک دوسرے کا دست و بازو بن جائے۔

لیکن بات اب بھی مبہم رہی، اس لیے اِس اِبہام کو اگلے اصول میں دور کیا گیا ہے کہ:

☆مذہب، تمدن کی اعلیٰ سے اعلیٰ ترقی کا ساتھ دے سکے۔ (الکلام از شبلی ص: ۲۵، ۲۶ مع تحشیہ سلیمان، دار المصنفین پہلا ایڈیشن)

مغرب کے ''فطری مذہب'' کے یہ اصول ۱۹ ویں صدی میں ہندوستان پہنچے اور ڈپٹی نذیر احمد کی -سرسید کی شدت روی سے بے زاری کے باوجود- تفسیر کا اصول قرار پائے۔ چناں چہ ''فطری مذہب'' کی حمایت میں: الف ''فطری مذہب'' سے ہم آہنگی کا رجحان۔ (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ۳، ۲۸،) ب- عمل شرعی سے بھی مقصود تمدنی ترقی: (ملاحظہ ہو: اصلاح ترجمۂ دہلویہ: ص ۴) ج- ''فطری مذہب'' کے اصولوں کے سامنے معذرت خواہی (ملاحظہ ہو: اصلاح ترجمۂ دہلویہ: ص ۷، ص ۳۰، ص ۳۲، ص ۴۱) د- خانہ داری کے معاملات کو دین سے کچھ تعلق نہ ہونا۔ (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۳۳) ہ- مفاہمت بین المذاہب کا رجحان: (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۱۰) و: مغرب کی عقلیت پسندی (ریشنالزم) کے اثر سے حکمت اور علت کی تلاش میں شرعی روح یعنی مرضی مولیٰ سے بے نیازی (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ۷، ۸)۔ ز: مغرب کے تصورِ مساوات سے ہم آہنگی کی طمع میں تعددِ ازواج کی مطلقاً ممانعت کا رجحان (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۲۶، ۲۷) ز: مغرب کے اِس تصور سے ہم آہنگی کا رجحان کہ مذہبی ضروریات تک کے منکر و کفر کے مرتکب کے لیے یہ ہمدردی کہ اگر وہ لائقِ تحسین نہیں، تو لائقِ تعزیر بھی نہیں۔'' (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۳۰)

ح: دنیا اور دین دونوں: جب مغرب میں مذہب سے بغاوت کا رُجحان عام ہوا، تو ایک طبقہ تو یہ کہتا تھا کہ دنیا تو موجود ہے پہلے اِس کی فکر کرو، آخرت کس نے دیکھی ہے۔ دوسرا طبقہ وہ تھا جو یہ کہنے لگا کہ دنیا بھی مطلوب ہے اور آخرت بھی۔ مذہب سے تعلق رکھنے والے طبقہ میں یہ رجحان بہت مقبول ہوا۔ وہیں سے یہ تصور لے کر مسلمان مفکروں نے اپنی تفہیمات وتشریحات میں داخل کیا۔ حالاں کہ یہ تصور غلط تھا۔ مطلوب ومقصود تو صرف آخرت ہے۔ دنیا کی ماہیت جو کچھ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے بیان کی ہے، اُس کا حاصل یہ ہے کہ دنیا اُسے کہتے ہیں جو مانع عن الآخرت (آخرت سے رکاوٹ بنے) ہو۔ وہ لوگ دنیا کی مطلوبیت کے نام پر آخرت سے مانع امور اختیار کرتے گئے اور آخرت اُن سے پھسلتی گئی اور وہ اِس راز کو بالکل سمجھ ہی نہ سکے۔ (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۳۴)

ط- احکام شریعت کو امورِ معاد سے سمجھنا، معاملات میں خود آزاد سمجھنا: اسی کا اثر ہے: نبی پر نازل شدہ حکم وحی کو ذاتی رائے قرار دینا۔ (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۲۷)

۳-ترجمہ اور تفسیر کی عمومی غلطیاں

۱: ترجمہ ہی غلط: آیت ''ولو علم اللہ فیھم خیرا لاسمعھم ولو اسمعھم لتولوا وھم معرضون''. (انفال: ع ۳)۔ (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ۱۵، ۱۶، ۳۱، ۳۲، ۳۴)۔ ۲: نہ ترجمہ صحیح، نہ تفسیر: (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۲۶)۔ ۳: ترجمہ غلط، تفسیر متکلم فیہ: (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۲۸)

۴-لفظی ترجمہ سے گریز جدید اُسلوب اور نیچریت زدہ محاوروں کی دخل اندازی

☆ غیر مقصود سے بچنے کے لیے ترجمہ لفظی واجب ہے۔'': (حکیم الامت: اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۳۴)

☆ محاورہ پر اِصرار کی خرابی: (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۱۰) ☆ ترجمہ میں اصطلاحِ شرعی کی ترجیح کا اصول ترک کرنا: (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۱۰)۔ ☆ شوقِ محاورہ میں درست معنی سے اِنحراف (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۱۱)۔ ☆ منقول ترجمے پر مدار نہ رکھنے کا نتیجہ قاعدہ عربیت سے اِنحراف۔ ☆ صیغہ امر کا...... جو موضوع ہے معنی حال و مستقبل کے لیے...... ماضی سے ترجمہ کرنا۔ (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۱۱) ☆ طرزِ کہن سے ہٹنے کی خرابی: (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۱۲) ☆ محاورہ کے نام پر منقول تفسیر سے اِنحراف: (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۱۲)۔ ☆ ترجمہ محاورے کے اعتبار سے درست نہیں: (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۲۴) ☆ محاورہ سمجھنے میں خطا: (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۲۹) ☆ اردو ادب ترجمہ سے مزاحم: (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۲۹)۔ ☆ ترجمہ نا تمام: (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۳۰) ☆ محاورہ کا درست استعمال نہیں ہوا: (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ص ۳۱)۔ ترجمہ سے لازم آنے والی فکری خرابی: (اصلاح ترجمۂ دہلویہ ۳۱)

اِن سب مفاسد کے باوصف ایک دیگر موقع پر بے احتیاط ترجمہ سے پیدا ہونے والی خرابی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''قرآن کریم کی آیت ''اِنَّا ذَھَبْنَا نَسْتَبِقُ'' (ہم آپس میں دوڑنے لگے، اس آیت میں) استباق کا ترجمہ ان مترجم (ڈپٹی نذیر احمد) صاحب نے کبڈی کھیلنا کیا ہے۔ یہ ترجمہ نقلاً بھی بالکل غلط ہے اور عقلاً بھی۔ نقلاً تو اس لیے کہ لغت میں دیکھ لیجئے کہ استباق کے کیا معنی۔ کیا خلاف لغت ترجمہ بھی معتبر ہوگا۔ استباق کے معنی آپس میں دوڑنا ہیں کہ دیکھیں کون آگے نکلے۔ اور چوں کہ عقل پرستی کا آج کل زور ہے اس لئے میں کہتا ہوں کہ عقلاً بھی یہ ترجمہ غلط ہے۔ اس لئے کہ کبڈی کھیلنے میں اتنی دور نہیں جایا کرتے کہ جس سے محافظ بچہ کی نسبت بھیڑیے کے کھا جانے کا احتمال ہو، اگر ایسا ہوتا تو حضرت یعقوب

علیہ السلام ضرور جرح فرماتے۔ (سورہ یوسف۔ اشرف التفاسیر جلد ۲ ص ۳۱۹) پھر یہ کہ ''کبڈی میں مسابقت نہیں ہو تی کہ آگے بڑھنے کے لیے دوڑتے ہوں۔ اور اگر صحیح بھی ہوتا، تب بھی اس میں ایک نقص ہوتا، وہ یہ کہ قرآن پاک کا ترجمہ ایسا ہونا چاہئے کہ اگر قرآن پاک کا اردو میں نزول ہوتا، تو انہی الفاظ میں ہوتا۔ اُس میں شوکت وعظمت کے الفاظ ہوتے۔ سو غور کر لیجیے کہ اگر قرآن پاک کا اردو میں نزول ہوتا، تو اُس میں کبھی کبڈی کا لفظ نہ ہوتا۔ یہ تو ایک بازاری لفظ ہے۔ یہ تو ایک بازاری اور عامی لفظ ہے۔ ترجمہ میں شاہی محاورات ہونے چاہئیں۔ مگر مصیبت تو یہ ہے کہ آج کل ہر شخص مصنف بنا ہوا ہے اور خبر خاک بھی نہیں۔'' (ملفوظات حکیم الامت- الافاضات الیومیہ جلد ۸ ص ۳۵۶)۔ ایک اور مفسدہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''اس زمانے میں قرآن شریف کا ترجمہ طبع ہوا ہے اس میں وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ۔ جو لوگ روزہ کی طاقت رکھتے نہ ہوں ان کے ذمہ فدیہ ہے۔ کی تفسیر میں لکھ دیا ہے کہ جو شخص روزہ نہ رکھے وہ فدیہ دے دے۔ اس سے لوگوں کی جرات بڑھ گئی اور بجائے روزہ کے فدیہ کو کافی سمجھ لیا۔ یاد رکھو یہ تفسیر اس آیت کی بالکل غلط ہے۔ اور وجہ یہ کہ یہ ترجمہ کرنے والا ہی علوم سے بالکل جاہل ہے۔'' (اشرف التفاسیر جلد ۱ ص ۱۴۷)

جب حکیم الامت کی یہ تنقیدات شائع ہوئیں اور مترجم موصوف کے پاس پہنچیں، تو اُس کا ذکر اس طرح کرتے ہیں: ''ڈپٹی نذیر احمد کے ترجمہ میں بہت سی غلطیاں تھیں، جن پر ایک رسالہ میں تنبیہ کی تھی۔ ڈپٹی صاحب نے میری تنقید کو پسند کیا اور یہ ارادہ کیا تھا کہ اسکے بعد طبع ثانی میں ان اغلاط کو صحیح کر دونگا؛ مگر اُن کو موقع نہ ملا۔'' (ملفوظات حکیم الامت- الافاضات الیومیہ جلد ۴ ص ۴۹۳)

یہ تو بات ہوئی ڈپٹی نذیر احمد کی۔ جہاں تک مرزا حیرت دہلوی کی بات ہے، تو حیرت کے ترجمہ اور تفسیری حواشی بھی خلافِ قواعدِ شرعیہ ہونے کے ساتھ اُس میں بھی زبان ومحاورات کی کچھ غلطیاں تو ڈپٹی صاحب جیسی ہی تھیں اور کچھ اُس سے بڑھی ہوئی اور سخت فاحش ومنحرف تھیں۔ حکیم الامتؒ نے اُن کی جو کچھ اصلاحات فرمائیں وہ گزشتہ صفحات میں ذکر کی جا چکیں۔ یہاں اُن کی اصولی نوعیتوں کے نمونے پیش کیے جاتے ہیں:

۱- لفظ ''البتہ'' کے موقعِ استعمال کے متعلق فرمایا: ''لفظ البتہ: ہمارے بول چال میں یہ لفظ دفع شبہ کے لیے مستعمل ہوتا ہے جو اس جگہ خلافِ مقصود ہے۔ اس لیے یہ ترجمہ صحیح نہیں۔''

۲: صیغہ کے استعمال کے متعلق فرمایا: ''صیغہ مجہول متعدی کا ترجمہ معروف لازم سے کرنا تبدیل مراد ہے۔'' ☆ ترجمہ مطابق صیغہ کے ہونا چاہیے۔ ☆ ترکیب نحوی کی غلطی بتا کر فرمایا: ''اس میں بھی تبدیل مراد قرآنی ہے

اس لیے یہ ترجمہ صحیح نہیں۔'' ☆ ''ترجمہ ترکیب کے مطابق نہیں، اس لیے صحیح نہیں۔''، ☆ ''چوں کہ یہ ترجمہ مطابق صیغہ کے نہیں، اس لیے صحیح نہیں۔''، ☆ ''ترجمہ مطابق ترکیب وصیغے کے نہیں۔'' ☆ ''جملہ اسمیہ کا ترجمہ جملہ فعلیہ سے درست نہیں۔ ☆ ترجمہ لفظ مرادف سے ہونا چاہیے۔ ☆ ''قرآن میں یہاں کوئی لفظ ایسا نہیں جس کا ترجمہ ''آگئے'' ہو سکے، اس لیے یہ ترجمہ صحیح نہیں۔'' ☆ ''فرقان ترکیب میں کتب پر معطوف ہے نہ کہ اُس کی صفت، جیسا کہ ترجمہ میں قرار دیا ہے، اس لیے یہ ترجمہ صحیح نہیں۔'' ☆ 'لو' زمانہ ماضی میں نفی'' کے لیے ہے، اس لیے حال یا استقبال کے ساتھ ترجمہ کرنا صحیح نہیں۔''

۳-بلاغت کے خلاف ہے: ضمیر وحدان کا ترجمہ جمع کے ساتھ م...... (قرآنی بلاغت کو ضائع کرنے والی: ف) ہے۔''

۴-ترجمہ مترادف لفظ سے ہونا ضروری ہے: ☆ قرآن کے ساتھ ''مفہوم میں اتحاد نہیں، اس لیے یہ ترجمہ صحیح نہیں۔'' ☆ ترجمہ قرآنی لفظ کے مترادف نہ ہو، تو ترجمہ درست نہیں۔ ☆ -اسی لیے بعض موقعوں پر فرمایا گیا کہ: ''مفہوم میں تساوی نہیں، اس لیے ترجمہ درست نہیں۔''

۵-ضمیر کے ترجمہ میں احتیاط ضروری ہے۔

۶-لغوی معنی سے اِنحراف درست نہیں: ''متاع: ترجمہ لطفِ زندگی۔'' ☆ لغوی معنی سے اِنحراف ہے اس لیے ترجمہ درست نہیں۔ ☆ بعض جگہوں پر ''ترجمہ لغت کے خلاف ہونے کی وجہ سے صحیح نہیں''۔ ☆ بعض موقعوں پر عام کو خاص کر دیا گیا ہے، حالاں کہ یہ تخصیص درست نہیں۔ ☆ -تخصیص بے وجہ؛ بلکہ مضر ہے اور اُس تخصیص کا شبہہ پیدا کرتی ہے جو ممنوع ہے، ''اس لیے یہ ترجمہ صحیح نہیں۔'' ☆ -ترجمہ میں تساوی مفہوم ضروری ہے اور تفسیر میں ایضاحِ مراد: اس لیے ''وَاسِعٌ کا ترجمہ: فراخ رحمت والا'' درست نہیں۔ کیوں کہ مطلق مفہوم میں تخصیص ہوگئی۔ ☆ بعض مقامات کے ترجمہ کے متعلق حکیم الامت کی تنقید یہ ہے کہ: ''یہ باطل فرقوں کا مذہب ہے۔ اس لیے یہ ترجمہ صحیح نہیں۔'' ☆ معنی ومراد سے متجاوز ترجمہ درست نہیں۔ ترجمہ میں مقصود سے تجاوز درست نہیں۔ ☆ ''اضافہ بین الہلالین تفسیر مقصود کے لیے ہوتی ہے، نہ (کہ) تغیرِ مقصود کے لیے۔'' ☆ جو ترکیب یا جو جزو مقصودِ نظمِ قرآنی ہو، اُسے برباد کرنا درست نہیں۔

۷-موصوف صفت کا ترجمہ مضاف مضاف الیہ کا کر دیا گیا، اس لیے یہ ترجمہ صحیح نہیں۔ ☆ -مفعول مطلق کو مرفوع بنا دیا گیا، اس لیے یہ ترجمہ صحیح نہیں۔

''تنزیل' کا ترجمہ 'ڈالنا' اور 'علی' کا ترجمہ 'میں' صحیح نہیں۔'' ☆ -موقعِ شرط میں مضارع کا ترجمہ ماضی سے درست نہیں۔ ☆ -مفعول بہ کو مفعول فیہ بنا دینا درست نہیں۔ ☆ -مرجع ومشار الیہ کی تعیین میں غلطی نہ ہونی چاہیے۔

۸-قرآن کے مضمون پر اضافہ : ''اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ترجمہ: جو تمہارا رب کہے حق وہی ہے۔'' درست نہیں۔ کیوں کہ'' یہاں کوئی لفظ ایسا نہیں جس کے معنی کہنے کے ہوں۔ یہ زیادۃ علی الکتاب ہے۔ اس لیے یہ ترجمہ صحیح نہیں۔''

۹-'واؤ' اور' بل' مرادف نہیں، اس لیے جہاں مرادف کی حیثیت سے ترجمہ ہوا، وہ ترجمہ غلط ہے۔

۱۰-بعض موقعوں کی نسبت: جزا کو شرط کے ساتھ کوئی ربط نہیں، اس حیثیت سے یہ ترجمہ صحیح نہیں۔''

۱۱-ترجمہ کا مفہوم قرآنی مفہوم کے مساوی نہیں، اس لیے بعض ترجمے درست نہیں۔☆''یہی بات اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ. میں ہے کہ ترجمہ میں افعل التفضیل کی رعایت نہیں ہوئی۔☆۴۷- نیز: غُرْفَةً۔ میں بھی یہی بات ہے۔

۱۲-بعض موقعوں پر تعلیل کا کوئی حرف نہیں، اس کے باوجود ترجمہ تعلیلی کیا گیا ہے، اس لیے ترجمہ درست نہیں۔

۱۳-ترجمہ میں الفاظ کی خصوصیات کا لحاظ ضروری ہے، حاصل معنی کافی نہیں۔''

۱۴-غیر مقلدیت کے ساتھ ترجمہ درست نہیں۔ چناں چہ ''بِاللَّغْوِ فِيْ اَيْمَانِكُمْ کی تفسیر مذہب حنفیہ کے خلاف کر دی۔ اُس سے قریب ہی قروء کی تفسیر حنفیہ کے موافق۔''غیر مقلدی یہ ہی ہے۔''

۱۶-اِجماعِ مرکب کے خلاف ایہام والا ترجمہ درست نہیں۔ دیکھیے: علی الوارث۔

۱۶-ترجمہ چھوڑ دینا بہت بڑی غلطی ہے۔'' دیکھیے: مَتِّعُوْهُنَّ۔ (البقرۃ، ع:۳۱، آیت:۲۳۶)

۱۷-الف لام کی خصوصیت کا ترجمہ میں لحاظ ضروری ہے:''یہ ترجمہ...... [الف لام کی خصوصیت: ف] کے خلاف ہے اس لیے یہ ترجمہ غلط ہے۔'' ملاحظہ ہو:'' التابوت۔

۱۸-بغیر ضرورتِ شدیدہ کلام کو مجاز پر محمول کرنا جائز نہیں۔

تفسیری حواشی کی اصولی نوعیتیں

۱-اصول عقائد اور فروع عقائد کی مبہم تقسیم، پھر علم شریعت کا اِن میں انحصار یوں بھی غلط ہے اور اِس میں اہلِ فطرت کے خیالات کی ترجمانی بھی ہے

۲- جلب منفعت کی قوت نہ ہونے سے منفعت کے اِمکان کی نفی کرنا، یعنی قابلیت کی شرط لگانا۔ اِس سے قدرت باری تعالیٰ کی نفی لازم آتی ہے۔ فلاسفہ قدیم وجدید، معتزلہ قدیم وجدید اور اہلِ سائنس کے اصولوں پر فریفتہ معتقدین فطرت کا یہ نظریہ ہے''جو صریح خلاف قرآن وخلاف عقل ہے۔'' اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ [اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔: ف] نص قطعی ہے اور یہ مضمون اُس کے خلاف ہے۔

۳-فطرت پرستوں کا مسلک اختیار کرنا عقیدہ کا فساد ہے: ''یہ خاص فطرت پرستوں کا مسلک ہے کہ طبیعت ہمیشہ ترقی کرتی ہے۔اور اسی کی یہ اطلاقی تعبیر ہے کہ ''ہر شریعتِ متاخرہ ہر شریعتِ متقدمہ سے افضل واکمل'' ہے۔'' حالاں کہ اِس پر کوئی دلیل عقلی ونقلی قائم نہیں۔''

۴-فطرت پرستوں کے مسلک سے بچنا ضروری ہے: یہ کہنا کہ ''صالحات اُن اعمال مستقیمہ کو کہتے ہیں جن کا ثبوت عقلی دلائل اور کتاب وسنت سے ہوا ہو'' اِس سے یہ لازم آتا ہے کہ ''جو عمل صرف دلیل نقلی سے ثابت ہوا ہو، وہ عمل صالح نہیں- حالاں کہ اکثر فروع شرعیہ دلیل نقلی سے ہی ثابت ہوئے ہیں-یہ صاف مسلک فطرت پرستانِ حال کا ہے۔'' اِس قسم کی بات کے لیے ''اگر کچھ تاویل کی جاوے تب بھی ایہام باطل کے الزام سے سبکدوشی نہیں ہوسکتی۔''

۵-بے احتیاطی کا نتیجہ کلمہ کفر ''خدا تعالیٰ کی طرف ہدایت کی نسبت تو بہت جگہ آئی ہے۔[خود قرآن میں موجود ہے: ف] ؛مگر ضلالت کی نسبت کہیں نہیں آئی۔ضلالت کے معنی گمراہ ہونے کے ہیں۔'' یہ اتنی بڑی غلطی ہے کہ ''کلمہٴ کفر تک نوبت پہنچ گئی ہے۔''

۶-محال امر کا خدا کی طرف منسوب کرنا درست نہیں: حق جل وعلا شانہ سے تعجب کا صادر ہونا محال ہے؛ کیوں کہ اِس کا منشاء جہل ہے۔(اس لیے یہ کہنا کہ اللہ ''تعجب کر کے فرماتا ہے'' محال بات کا خدا کی طرف منسوب کرنا ہے۔اللہ کی شان اِس سے بہت بہت بلند ہے)۔تَعَالَى اللّٰهُ عَنْ ذٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيْرًا۔اسی طرح: ☆-کسی غیر صحیح امر کا قرآن کی طرف منسوب کرنا درست نہیں ۔نیز: ☆-قرآن میں بناء الفاسد علی الفاسد تفسیر سراسر باطل ہے: بھول جانا تو ترک کو لازم نہیں ہوتا؛ البتہ ترک بھول جانے کو لازم ضرور ہے۔

☆-جس آیت کا حکم منسوخ ہو،تفسیر کرتے وقت اُس کے منسوخ ہونے کی صراحت ضروری ہے۔[''وصیت کے احکام'' ذکر کرتے وقت]صرف اِس قدر لکھ دینا کافی نہیں کہ اُس وقت تک میراث کی آیت نازل نہ ہوئی تھی۔کیوں کہ اِس سے تو صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے کون آیت نازل ہوئی اور بعد میں کون۔لیکن یہ ہر گز نہیں معلوم ہوتا کہ پہلا حکم باقی ہے یا منسوخ ہوگیا؟ اسی طرح: ☆-منسوخ حکم باقی رکھنا احکام کی تحریف ہے۔''

۷-جو چیز حرام ہو، اُس کے لیے ''ضروری نہیں'' کے الفاظ اختیار کرنا سخت بے احتیاطی ہے۔کیوں کہ ''ضرورت کی نفی سے محاورات میں جواز کا شبہہ ہوتا ہے۔'' اسی طرح: ☆-حرمت کے لیے تخصیص ضروری تھی؛ یعنی ''صرف انگور کی شراب'' کہنا صحیح نہیں ؛ بلکہ کچے انگور کی شراب کہنا ضروری ہے۔

۸-اِجتہاد، شرطِ اجتہاد کے بغیر مقبول نہیں-مسائلِ حنفیہ کے ضمن میں-دیگر امام کی تقلید سے کوئی بات کہنا، امام ابوحنیفہؒ کی طرف نسبت کا وہم پیدا کرتا ہے، اس لیے کسی طرح درست نہیں۔

۹-احکام شرعیہ میں دست اندازی -جو اِس تفسیر میں لازم آگئی ہے- درست نہیں۔اسی طرح: ☆ - شریعت کی غلط ترجمانی درست نہیں۔

۱۰-آیت میں منصوص قطعی ہونے کی حیثیت سے مسئلہ موجود ہونے کے باوجود نص کے معارض تراشیدہ حکم لانا درست نہیں۔

۱۱-معطوف کو صفت بنانا درست نہیں۔اسی طرح: ☆ -بعض مرتبہ واؤ محض عطف کے لیے ہوتا ہے نہ کہ ترتیب کے لیے: جب 'واؤ' صرف عطف کے لیے ہو اور اُس میں ترتیب کا لحاظ نہ ہو،تو ترتیب پر مبنی'' دلالت کا دعوی محض غلط ہے''۔

۱۲-بعض موقعوں پر نقل وعقل دونوں کی خلاف ورزی کی گئی ہے ۱۹-بعض موقعوں پر خلطِ مبحث ہے۔

بہر حال خلافِ قواعدِ شرعیہ لکھے گئے تراجم وتفاسیر پر تنقیدات واصلاحات کے علاوہ، مفسر تھانویؒ کی جانب سے ملفوظات ومواعظ میں بھی اِس قسم کے تراجم کے تعدیہ کی روک تھام جاری رکھی گئی۔ اِصلاح ترجمہ دہلویہ کے ۲۵ سال بعد کے ایک ملفوظ میں فرماتے ہیں:

ایک ڈپٹی کلکٹر آئے تھے وہ بھی نیچری خیال کے تھے کہنے لگے کہ میں کچھ پوچھ سکتا ہوں؟ میں سمجھ گیا کہ کوئی اس ہی قسم کا سوال کریں گے، جس خیال کے ہیں۔......سود کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟...... میں نے کہا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں'' وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا '' کہنے لگے کہ فلاں نظامی دہلوی تو اِس کی یہ تفسیر کرتے ہیں۔ میں نے کہا آپ قانون کی دفعات کی بنا پر فیصلے دیا کرتے ہیں، آپ وہ قانون اور دفعات مجھ کو دیجیے، میں اُس کی شرح کروں گا (میں نے عربی اور فارسی بھی پڑھی ہے اس لیے اردو کا سمجھنا میرے لیے کیا مشکل ہے؟ میں اس کی شرح لکھ کر آپ کو دوں۔ اور میں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ اِس شرح کو کتاب کے الفاظ پر منطبق کردوں گا۔آپ اِس شرح کے موافق فیصلے لکھا کریں۔ پھر دیکھیے کہ گورنمنٹ سے آپ پر کیسی لتاڑ پڑتی ہے اور جواب طلب ہوتا ہے! اِس پر آپ گورنمنٹ سے یہ کہہ دیں کہ فلاں شخص نے قانون کی یہ شرح کی اور وہ عربی اور فارسی اردو سب جانتا ہے۔......(ایک ماہر زبان کی) شرح کے مطابق میں نے یہ فیصلے دیے ہیں۔...... پھر دیکھیے کیا جواب ملے گا؟ یہی کہا جائے گا کہ زبان دانی اور چیز ہے، قانون دانی اور چیز ہے۔ بلکہ یہ تنبیہ ہوگی کہ یہ مانا کہ وہ زبان جانتا ہے فن تو نہیں جانتا اس لیے اس کی رائے قانونی امور میں معتبر نہیں ہوسکتی۔ (ملفوظات حکیم الامت جلد ۱۰ص ۲۲۰) اسی طرح دہلوی شخص کی قرآن شریف کی تفسیر بھی ہے جیسی میں قانون کی شرح لکھوں۔

(جاری......)